بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم
وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

وَلَقَد نَصَرَکُمُ اللّٰہ بِبَدرٍ وَّاَنتُم اَذِلَّۃ

جلد 46

ایڈیٹر
منیر احمد خادم
نائبین
قریشی محمد فضل اللہ
منصور احمد

Postal Registration No:p/GDP-23

ہفت روزہ
بدر
قادیان
سیرۃ النبیؐ نمبر

The Weekly **BADR** Qadian

شمارہ نمبر: 28/29

شرح چندہ
سالانہ 150 روپے
بیرونی ممالک
بذریعہ ہوائی ڈاک
20 پونڈ یا 40 ڈالر
امریکن۔ بذریعہ
بحری ڈاک 10 پونڈ
یا 20 ڈالر امریکن

4/11 ربیع الاول 1418 ہجری 10/17 وفا 1376 ہش 10/17 جولائی 1997ء

اخبار احمدیہ

قادیان ۲؍ جولائی (مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ انٹرنیشنل) سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اللہ تعالیٰ کے فضل سے بخیر و عافیت ہیں ان دنوں حضور بیرونی ممالک کے دورہ پر ہیں گذشتہ دنوں حضور نے جماعت احمدیہ کینیڈا کے سالانہ جلسہ میں خطبہ جمعہ اور خطابات ارشاد فرمائے۔

پیارے آقا کی صحت و تندرستی درازی عمر مقاصد عالیہ میں معجزانہ کامیابی خصوصی حفاظت اور سفر و حضر میں خیر و عافیت کیلئے دعائیں کرتے رہیں۔ اللھم اید امامنا بروح القدس وبارك لنا فی عمرہ و امرہ

تو کہہ دے! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو

ارشاد باری تعالیٰ

انک لعلٰی خُلق عظیمO(قلم:۵)
(اس کے علاوہ ہم یہ بھی قسم کھاتے ہیں کہ) تو (اپنی تعلیم اور عمل میں) نہایت اعلیٰ درجہ کے اخلاق پر قائم ہے۔

وَمَاارسَلنٰکَ اِلا رَحمَۃً لِلعٰلَمِینO(انبیاء:۱۰۸)
اور ہم نے تجھے دنیا کے لئے صرف رحمت بناکر بھیجاہے۔

وَمَا اَرسَلنٰکَ اِلاکَافۃً لِلنَّاس بشیرا وَّ نَذِیرًا وَّلٰکِنَّ اکثَرَ الناس لا یعلَمُونَO
ترجمہ:- اور ہم نے تجھ کو تمام بنی نوع انسان کی طرف جن میں سے ایک بھی تیرے حلقہ رسالت سے باہر نہ رہے ایسا رسول بناکر بھیجاہے جو (مومنوں کو) خوشخبری دیتا اور (کافروں کو) ہوشیار کرتا ہے لیکن انسانوں میں سے اکثر اس حقیقت سے واقف نہیں۔

مَاکَانَ محمد اَبَا اَحَدٍ مِن رِجَالِکُم وَلٰکِن رَّسُولَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبیینَ وَکَانَ اللّٰہُ بکُلِّ شَئیٍ عَلیماً(احزاب۴۱)
نہ محمد تم میں سے کسی مرد کے باپ تھے نہ ہیں (نہ ہونگے) لیکن اللہ کے رسول ہیں بلکہ (اس سے بھی بڑھ کر) نبیوں کی مہر ہیں اور اللہ ہر ایک چیز سے خوب آگاہ ہے۔

☆- وَمَن یطعِ اللّٰہ وَالرَّسُولَ فَاُولٰئکَ مَعَ الَّذِینَ انعَمَ اللّٰہ عَلَیھِم مِنَ النَّبیّینَ وَالصِدِّیقِینَ وَالشُھَدَاءِ وَالصّٰلِحِینَ وَحَسُنَ اُولٰئِکَ رَفِیقاً ذَالِکَ الفَضلُ مِنَ اللّٰہِ وَکَفیٰ باللّٰہ عَلیماًO(النساء ۷۰-۷۱)
اور جو (لوگ بھی) اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں گے وہ ان لوگوں میں شامل ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین (میں) اور یہ لوگ (بہت ہی) اچھے رفیق ہیں یہ فضل اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ بہت جاننے والا ہے۔

☆- قُل اِن کُنتُم تُحِبُّونَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُونِی یُحبِبکُمُ اللّٰہُ وَیَغفِر لَکُم ذُنُوبَکُم وَاللّٰہُ غَفُور رَّحِیمO(ال عمران ۳۲)
ترجمہ:- تو کہہ کہ (اے لوگو) اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو (اس صورت میں) وہ (بھی) تم سے محبت کرے گا اور تمہارے قصور تمہیں بخش دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

☆- قُل یَا یُّھا النَّاسُ اِنِّی رَسُولُ اللّٰہِ عَلَیکُم جَمِیعاًO(اعراف ۱۵۹)
کہو (کہ) اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔

☆- یایھا النبی انا ارسلنک شاھداً ومبشّراً وَّ نَذیرا Oوَّ داعیاالی اللّٰہِ باذنہ وسراجا منیرًاO(احزاب ۴۷)
اے نبی! ہم نے تجھ کو اس حال میں بھیجا ہے کہ تو (دنیا کا) نگران بھی ہے (مومنوں کو) خوشخبری دینے والا بھی ہے اور (کافروں کو) ڈرانے والا بھی ہے اور نیز اللہ کے حکم سے اس کی طرف بلانے والا اور چمکتا ہوا سورج بناکر (بھیجا ہے)

☆- ان اللّٰہ وملئکتہ یصلون علی النبی یایھا الذین امنوا صلوا عَلَیہ وسلموا تسلیمًاO(احزاب ۵۷)
یقیناً اللہ اس نبی پر اپنی رحمت نازل کررہا ہے اور اس کے فرشتے بھی (یقیناً) اس کے لئے دعائیں کررہے ہیں (پس) اے مومنو! تم بھی اس نبی پر درود بھیجتے اور ان کے لئے دعائیں کرتے رہاکرو اور (خوب جوش و خروش سے) ان کے لئے سلامتی مانگتے رہاکرو۔

☆- محمد رسول اللّٰہ والذین معہ اشدّاء علی الکفار رحماء بینھم ترٰھُم رُکَّعاً سُجَّدا یبتغون فضلا مّن اللّٰہ و رضواناO(فتح ۳۰)
محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار کے خلاف بڑا جوش رکھتے ہیں لیکن آپس میں ایک دوسرے سے بہت ملاطفت کرنے والے ہیں جب تو انہیں دیکھے گا تو انہیں شرک سے پاک اور اللہ کا مطیع پائے گا وہ اللہ کے فضل اور رضا کی جستجو میں رہتے ہیں۔

فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

☆- عن ابی ھریرۃ قال قالوا یا رسول اللّٰہ متی وجَبَت لک النبوۃ قَالَ وَ اٰدَمُ بَینَ الرُّوحِ وَالجَسَدِ (ترمذی)
حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے کہ صحابہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول نبوۃ آپ کے لئے کس وقت ثابت ہوئی آپ نے فرمایا آدم اس وقت روح اور بدن کے درمیان تھے۔

☆- عَن ابی سعید قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم انا سیدولد آدم یوم القیمۃ ولا فخر وبیدی لواءُ الحمد وَلا فخر وما من نبی یومئذٍ اٰدم فمن سواہ الا تحت لوائی وانا اول من تنشق عنہ الاَرض ولا فخر (ترمذی)
حضرت ابو سعید سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور یہ فخر نہیں ہے میرے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور کوئی فخر نہیں ہے آدم اور ان کے علاوہ سب نبی میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور میں پہلا ہوں گا جس سے قبر پھٹے گی اور میں کوئی فخر کی بات نہیں کررہا۔

☆- عَن جابر ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال ان اللّٰہ بعَثَنی لتمَامِ مکارِمِ الاخلاق و کمالِ مَحاسِنِ الاَفعال۔ (شرح السنۃ بحوالہ مشکوٰۃ شریف)
جابر سے روایت ہے کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ کو مکارم اخلاق اور محاسن افعال تمام کرنے کے لئے مبعوث فرمایا ہے۔

☆- عن انسٍ قَالَ قَالَ رسولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلّم من صلی عَلی صلوٰۃ وَّاحِدَۃً صلی اللہ علیہ عشر صَلَواتٍ وَحُطت عنہُ عَشرُ خَطیئاتٍ وَّرُفِعَت لَہٗ عشر درجٰتٍ (نسائی)
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ایک بار مجھ پر درود بھیجے گا تو اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں بھیجے گا اور بخشے جاویں گے اس کے دس گناہ اور اس کے دس درجے بلند کئے جاویں گے۔

☆- عن ابی ھریرۃ قَالَ قَالَ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مثلی و مثل الانبیآء کَمَثَلِ قصرٍ اُحسنَ بنیانُہٗ تُرکَ مِنہ موضع لبنۃٍ فطافَ بِہِ النظار یتعجبون من حسن بنیانہ اِلا موضع تلکَ اللبنۃ فَکنتُ اَنا سددتُ موضعَ اللَّبنَۃ ختمَ لی البنیانُ وَختمَ بی الرُّسُل (متفق علیہ)
حضرت ابو ھریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اور انبیاء کی مثال اس طرح سمجھو کہ ایک محل ہے جس کی تعمیر نہایت عمدہ ہے ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی ہے دیکھنے والے اس کے گرد گھومتے ہیں اس کی عمدہ تعمیر سے متعجب ہوتے ہیں مگر اس ایک اینٹ کی جگہ کی کمی محسوس کرتے ہیں میں نے اس اینٹ کی جگہ پُر کردی ہے میرے ساتھ عمارت مکمل کردی گئی ہے اور میرے ساتھ رسول ختم کردیئے گئے ہیں۔

عن جابر قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم أعطیت خمسًا لم یعطھن أحَد قبل نصرت بالرعب مسیرۃ شھر وجعلت لی الارض مسجدًا وطھورا فایما رجل من امّتی ادرکتہ الصلوٰۃ فلیصل واحِلت لی الغنائم ولم تحل لا حد قبلی واعطیت الشفاعۃ وکان النبی یبعث الی قومہ خاصۃ وبعثت الی الناس عامۃ (متفق علیہ)
حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں پانچ خصلتیں دیا گیا ہوں جو مجھ سے پہلے کسی کو عطا نہیں ہوئیں ایک ماہ کی مسافت سے رعب کے ساتھ مدد دیا گیا ہوں میرے لئے تمام زمین مسجد اور پاکیزہ بنادی گئی ہے میری اُمّت میں سے جس پر نماز کا وقت آجائے وہ نماز پڑھ لے میرے لئے غنائم حلال کردی گئیں مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہیں ہوئیں مجھے شفاعت کا حق ملا ہے اور پہلے نبی کسی خاص ایک قوم کی طرف مبعوث ہوتے تھے اور میں سب لوگوں کی طرف مبعوث ہوا ہوں۔

منیر احمد حافظ آبادی ایم۔ اے پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر آفسیٹ پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپواکر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر: نگران بورڈ بدر قادیان

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ہفت روزہ بدر قادیان — اداریہ — 10/17 جولائی

مبلغ اعظم...... سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ تعالیٰ نے ضرورت زمانہ کے مطابق مختلف اقوام میں وقتاً فوقتاً رسولوں اور نبیوں کو ضابطہ حیات بندگان خدا کی ہدایت اور رہنمائی کیلئے دیکر بھیجا ہے۔ تاکہ ایک طرف وہ بگڑے ہوئے آپسی تعلقات و معاملات کو درست کریں اور دوسری طرف اپنے خالق حقیقی کی طرف بھی توجہ کریں اور تمام مشرکانہ عقائد و اعمال ترک کر کے اپنے پیدا کرنے والے کے حضور جھکتے ہوئے اسی کے عبد حقیقی بن جائیں تاریخ اقوام سے یہ بات پتہ چلتی ہے کہ جب بھی لوگ ہدایت کے راستہ کو چھوڑ کر گمراہی میں بھٹک گئے ضرور بالضرور انکی ہدایت کے سامان کئے گئے قرآن مجید بھی اس کی تائید فرماتا ہے۔ ان من امة الا خلافيها نذير یہ بھی ایک اٹل حقیقت ہے کہ ان ہمدردان قوم کے ساتھ قوم نے نہایت ظالمانہ اور سفاکانہ سلوک کیا جو کہ ایک طویل المناک داستان ہے۔ آج کی گفتگو میں ہم سرکار دو عالم سید الکونین کی دعوۃ الی اللہ کا مختصر تذکرہ قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

آپ ﷺ کی پیدائش کا زمانہ ہمہ اقسام کی برائیوں سے بھرا ہوا نظر آتا ہے۔ قرآن مجید نے ظهر الفساد في البر والبحر کے الفاظ سے اس کا نہایت جامع نقشہ پیش فرمایا ہے۔ عقائد میں اس قدر فتور تھا کہ بیان کرنا مشکل ہے۔ اس قدر بت تھے کہ ان کا شمار نا ممکن ہے انسان حیوان درخت پتھر ستاروں وغیرہ کے سامنے سر جھکاتے خود بیت اللہ میں ۳۶۰ بت رکھے ہوئے تھے۔ آپ کا دل قوم کی حالت کو دیکھ کر نہایت رنجیدہ ہوتا۔ اس تکلیف دہ حالت کو دیکھ کر آپ غار حرا میں تنہائیوں میں اپنے خدا کے حضور فریاد رسی کرتے۔ چالیس سال کی عمر میں خدا تعالیٰ نے آپ کو قوم کی ہدایت کیلئے مامور فرمایا کہ ان کو شرک سے ہٹا کر ایک معبود کے حضور سجدہ ریز کر دے۔

ارشاد خداوندی پا کر آپ نے اپنے عزیز و اقرباء اور دوستوں کو اللہ کی طرف بلانا شروع کیا اور شرک کے خلاف تعلیم دینے لگے اور صرف اپنے ملنے والوں تک ہی اپنے مشن کو محدود رکھا۔ چنانچہ سب سے پہلے آپ کی بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور مردوں میں سے سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جو آپ کے دوست تھے ایمان لائے بچوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور غلاموں میں سے حضرت زید بن حارثہؓ آپ پر ایمان لائے۔ پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تبلیغ سے پانچ اور اشخاص آنحضرت ﷺ پر ایمان لائے۔ آپ نے ابتداءً تین برس تک تبلیغ اسلام کو خفیہ رکھا اور کوئی خاص مرکز بھی نہ تھا جہاں جمع ہو کر تبلیغ کا کام جاری رہتا بلکہ جو متلاشیان حق آئے ان سے آپ اپنے گھر کے اندر یا شہر سے باہر کسی جگہ خفیہ طور پر ملاقات کرتے۔

بعثت نبوی کے چوتھے سال حکم الٰہی نازل ہوا فاصدع بما تؤمر۔ وانذر عشيرتك الاقربين یعنی اے رسول جو حکم تجھے دیا گیا ہے وہ کھول کھول کر لوگوں کو سنادے اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو ہوشیار و بیدار کر۔

جب یہ احکام نازل ہوئے تو سرور کائنات نے کوہ صفا پر چڑھ کر بلند آواز سے ہر قبیلہ کا نام لے کر لوگوں کو بلایا جب سب جمع ہو گئے تو آپ نے اللہ کے عذاب کی خبر دیتے ہوئے خدا پر ایمان لانے کو کہا تمام قبائل نے آپ کی یہ بات سن کر آپ کا تمسخر اڑایا اور منتشر ہو گئے آپ کے چچا ابو لہب نے کہا تبالك الهذا جمعتنا یعنی اے محمد تو ہلاک ہو کیا اسلئے جمع کیا تھا ہم کو؟ انہی دنوں آپ نے ایک دعوۃ کا انتظام کیا اور بنو عبد المطلب (جو کہ قریبی رشتہ دار تھے) کو بلایا جب سب کھانا کھا چکے تو آپ نے تقریر کرنی چاہی مگر ابو لہب کی کسی بات کی وجہ سے سب منتشر ہو گئے۔ چنانچہ آپ نے پھر دعوۃ کر کے رشتہ داروں کو اکٹھا کیا اور انہیں خدا کا نازل کردہ حکم سنایا اور اس کام میں اپنی مدد کیلئے بلایا سوائے حضرت علیؓ کے جن کی عمر تیرہ سال تھی سب آپ کی ہنسی اڑاتے ہوئے چلے گئے۔ انہی ایام میں آپ کو مکہ میں ایک تبلیغی مرکز قائم کرنے کا خیال آیا چنانچہ ارقم بن ابی ارقم کا مکان جو کوہ صفا کے دامن میں تھا دار السلام کے نام سے مشہور پہلا تبلیغی مرکز بنا۔ حضور نے تین سال تک دار ارقم میں ہی تبلیغ اسلام کا کام کیا مورخین لکھتے ہیں کہ دار ارقم میں اسلام لانے والے آخری شخص حضرت عمرؓ تھے جن کے اسلام لانے سے مسلمانوں کو بہت تقویت ملی اور اس کے بعد وہ برملا تبلیغ کرنے لگے دار ارقم میں داخل ہونے سے کچھ پہلے کھلم کھلا تبلیغ شروع ہو گئی تھی اور مکہ کے گلی کوچوں میں اسلام کا چرچا ہونے لگا تھا اب تک تو قریش مکہ خاموش تھے مگر مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی مساعی دیکھ کر انہیں بزور روکنے لگے کیونکہ وہ پرلے درجے کی بت پرست قوم تھے اور بتوں کی عزت و محبت اسقدر ان کے دل میں گھر کر گئی تھی کہ ان کے خلاف ایک لفظ بھی سننا ان کو گوارا نہ تھا۔ چنانچہ قریش مکہ کی مخالفت اسلام اور بانئ اسلام کے خلاف جو شروع ہوئی تو وہ روز خطرناک صورت اختیار کرتی گئی۔

سب سے پہلے رؤسا قریش کا وفد آپ کے چچا حضرت ابو طالب کے پاس جن کی کفالت و حفاظت آپ کو حاصل تھی گیا اور دوستانہ رنگ میں کہا کہ اپنے بھتیجے کو اشاعت اسلام سے روک دیں یا اپنی حمایت سے دست بردار ہو جائیں آپ نے ان کو سمجھا بجھا کر واپس بھیج دیا۔

(باقی صفحہ ۱۸ پر ملاحظہ فرمائیں)

دہلی میں دیوبندی جلسہ حقیقت کے آئینہ میں

سازش

دیوبندیوں نے ۱۴؍ جون کو جامع مسجد کے نزدیک اردو پارک میں تحفظ ختم نبوت کے نام پر معصوم مسلمانوں کو اشتعال دلانے کیلئے جو جلسہ کیا اس میں مسلم عوام نے کوئی خاص دلچسپی نہیں لی صرف دیوبندی مدارس کے طلباء ہی اکٹھے کئے گئے تھے۔ چنانچہ ایک سازش کے تحت ایک روز قبل دیوبند میں دیوبندی مدارس عربیہ کا کل ہند اجتماع کیا گیا۔ جس میں نصاب تعلیم کی درستی و ترویج کے نام پر بہار یوپی گجرات آسام بنگال اڑیسہ اور کشمیر سے لوگوں کو جمع کیا گیا اور پھر انہی لوگوں کو اور طلباء کو بسوں پر لاد کر جلسہ تحفظ ختم نبوت میں پہنچایا گیا۔

دیگر فرقوں کے علماء جلسوں میں نظر نہیں آئے

دیوبندیوں نے یہ بھی دعویٰ کیا تھا کہ جلسہ میں مختلف فرقوں کے علماء دیوبندیوں کے خلاف اپنے اپنے فتووں کو بھلا کر اس جلسہ میں شامل ہونگے۔ لیکن جلسہ میں سوائے دیوبندیوں کے کسی کو بولنے کا موقع نہیں دیا گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یا تو دیگر فرقوں کے علماء اس جلسہ میں شامل ہی نہ تھے۔ اور اگر تھے تو دیوبندیوں نے انہیں اس لئے بولنے کا موقع نہ دیا ہوگا کہ کہیں اس موقع پر بھی کوئی بجائے "قادیانیوں" کے خلاف بولنے کے دیوبندیوں کی طرف ہی فتاوی کفر کی توپ نہ داغ دے۔

بدنظمی

جلسہ میں عوام تو نظر نہ آئے۔ البتہ دو اڑھائی ہزار دیوبندی طلباء ضرور شریک ہوئے۔ اور ان میں بھی حد درجہ کی بدنظمی اور افرا تفری نظر آئی۔ دوران تقاریر ہی کئی بھاگتے ہوئے نظر آئے۔ چنانچہ منتظمین کو بار بار اور قدرے غصے میں بھی بیٹھنے کی درخواست کرنی پڑی۔ یہی وہ غیر منظم طلباء تھے۔ جنہیں ایک دن قبل دیوبند کے جلسہ میں اسلام دشمن طاقتوں کے خلاف منظم ہونے کی تلقین دیوبندی بزرگوں کی طرف سے کی جارہی تھی۔

پاکستان کی کٹھ پتلیاں

جلسہ کے موقع پر دیوبندیوں کی طرف سے جو چھوٹے چھوٹے کتابچے اور فولڈر تقسیم کئے گئے ان میں اکثر پاکستان کے دیوبندی علماء کی کتابوں کو یہاں پر طبع کروایا گیا تھا اور جو راگ وہ پاکستان میں الاپ رہے ہیں۔ یہاں پر بھی وہی راگ دیوبندیوں نے الاپا گویا یوں محسوس ہو رہا تھا۔ کہ یہاں کے دیوبندی علماء پاکستان کی کٹھ پتلیاں ہیں۔ جو اس کے اشارے پر ناچ رہی ہیں۔ مثلاً کہا گیا کہ :-

۱- حکومت ہند قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے۔

۲- قادیانیوں سے لین دین۔ شادی بیاہ۔ سلام کرنا۔ کھانا پینا سب حرام اور ناجائز ہے۔

۳- قادیانیوں کو اتنا مارو کہ روئے زمین پر کوئی قادیانی نظر نہ آئے۔

۴- قادیانیوں کا قتل موجب ثواب ہے۔ اور ایسے قاتل کو جنت کی ضمانت دی گئی ہے۔

دیوبندی نصیحت کا اثر

جلسہ میں اور جلسہ سے قبل احمدیوں کے خلاف کی گئی دیوبندی نصیحتوں کا یہ اثر ہوا کہ دیوبندی ملاؤں نے اپنی مسجدوں میں۔ جی ہاں ان مسجدوں میں جو بندگان خدا کے دلوں کو جوڑتی ہیں اور محبت اور پیار کی تعلیم دیتی ہیں۔ احمدیوں کے خلاف اشتعال انگیز تقریریں کیں جس سے مشتعل ہو کر بعض نا سمجھوں نے ایک دو جگہوں پر احمدیوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش بھی کی لیکن قانون نافذ کرنے والے اداروں نے اپنی سوجھ بوجھ اور فرض کی ادائیگی کرتے ہوئے شرپسندوں کو ایسا کرنے سے منع کر دیا۔ جس کیلئے ہم ان کے شکر گزار ہیں۔

عام طور پر یہ شرپسند احمدیوں کو ستاتے ہیں۔ ان کی لڑکیوں کو طلاق دینے کی دھمکیاں دیتے ہیں۔ بائیکاٹ کرتے ہیں۔ اور سب کام وہی کرتے ہیں۔ جو کفار مکہ نے آغاز اسلام میں معصوم مسلمانوں کے ساتھ کئے تھے۔

سرور کائنات حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے امام مہدی کی مظلومیت کی حالت بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ جب وہ آئے گا تو اس کو بالکل وہی حالات پیش آئیں گے جو شروع شروع میں آپ کو اور مظلوم مسلمانوں کو پیش آئے تھے۔ چنانچہ فرمایا "ما انا عليه واصحابي" جس حال پر مجھے اور میرے صحابہ کو دیکھ رہے ہو بالکل اسی حال پر امام مہدی اور اس کے ماننے والوں کو پاؤگے۔

حسد اور جلن کی آگ

دیوبندی علماء کی تقریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ جماعت احمدیہ کی موجودہ مخالفت صرف اور صرف حسد اور جلن کے جذبہ کے تحت کی جارہی ہے۔

چنانچہ انہوں نے اپنی تقریروں میں کہا کہ قادیانیوں کے خلاف انہوں نے یہ تحریک اسی لئے چلائی ہے کہ قادیانی تمام ہندوستان میں بڑی تیزی سے اپنی "گمراہ کن سرگرمیاں" چلا رہے ہیں۔ اور پھیلتے چلے جا رہے ہیں۔

حقیقت بھی یہی ہے کہ جماعت احمدیہ کی مخالفت ان سیاسی علماء نے کبھی بھی روحانی نقطہ نظر سے نہیں کی بلکہ شروع سے ہی اس مخالفت کے پیچھے سیاسی جذبے کارفرما رہے ہیں۔ چنانچہ قیام پاکستان کے بعد جب ۱۹۵۳ء میں ان سیاسی مولویوں نے پہلی احمدیہ مخالف تحریک چلائی تو اس کا مقصد یہی تھا کہ احمدیوں کو ایماندار اور قابل سمجھ کر مسٹر محمد علی جناح نے چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کو وزارت خارجہ کا قلمدان کیوں سونپا اور آج بھی یہ پاکستان میں ہمیشہ یہی دہائی دیتے رہتے ہیں کہ احمدیوں کو کلیدی عہدوں سے الگ کیا جائے سوال یہ ہے کہ جن کو خدا عہدے دے ان کو

(باقی صفحہ ۱۹ کالم نمبر ۳-۴ پر ملاحظہ فرمائیں)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کی روشنی میں

حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں۔ ”ہمارے نبی ﷺ پر جو روح القدس کی تجلّی ہوئی تھی وہ ہر ایک تجلی سے بڑھ کر ہے روح القدس کبھی کسی نبی پر کبوتر کی شکل پر ظاہر ہوا اور کبھی کسی نبی یا اوتار پر گائے کی شکل پر ظاہر ہوا اور کسی پر کچھ یا مچھ کی شکل پر ظاہر ہوا اور انسان کی شکل کا وقت نہ آیا جب تک انسان کامل یعنی ہمارا نبی ﷺ مبعوث نہ ہوا۔ جب آنحضرت ﷺ مبعوث ہو گئے تو روح القدس بھی آپؐ پر بوجہ کامل انسان ہونے کے انسان کی شکل پر ہی ظاہر ہوا اور چونکہ روح القدس کی قوی تجلی تھی جس نے زمین سے لیکر آسمان کا افق بھر دیا تھا۔ اس لئے قرآنی تعلیم شرک سے محفوظ رہی۔ اور یہ جو روح القدس پہلے اس سے پرندوں یا حیوانوں کی شکل پر ظاہر ہوتا رہا اس میں کیا نکتہ تھا۔ سمجھنے والا خود سمجھ لے اور اس قدر ہم کہہ دیتے ہیں کہ یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ ہمارے نبی ﷺ کی انسانیت اس قدر زبردست ہے کہ روح القدس کو بھی انسانیت کی طرف کھینچ لائی“۔

(کشتی نوح روحانی خزائن جلد نمبر ۱۹ صفحہ ۸۴۔۸۳)

”ہمارے نبی ﷺ تمام انبیاء کے نام اپنے اندر جمع رکھتے ہیں کیونکہ وہ وجود پاک جامع کمالات متفرقہ ہے۔ پس وہ موسیٰؑ بھی ہے اور عیسیٰؑ بھی اور آدمؑ بھی اور ابراہیمؑ بھی اور یوسفؑ بھی اور یعقوبؑ بھی۔ اسی کی طرف اللہ جل شانہ اشارہ فرماتا ہے فبھدٰھم اقتدہ یعنی اے رسول تو ان تمام ہدایات متفرقہ کو اپنے وجود میں جمع کر لے جو ہر ایک نبی خاص طور پر اپنے ساتھ جمع رکھتا تھا۔ پس اس سے ثابت ہے کہ تمام انبیاء کی شانیں آنحضرت ﷺ کی ذات میں شامل ہیں“۔

(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۳۴۳)

”حضرت موسیٰؑ بردباری اور حلم میں بنی اسرائیل کے تمام نبیوں سے سبقت لے گئے تھے اور بنی اسرائیل میں نہ مسیح اور نہ کوئی دوسرا نبی ایسا نہیں ہوا جو حضرت موسیٰؑ کے مرتبہ عالیہ تک پہنچ سکے۔ ہاں جو اخلاق فاضلہ حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کا قرآن شریف میں ذکر ہے وہ حضرت موسیٰؑ سے ہزارہا درجہ بڑھ کر ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے کہ حضرت خاتم الانبیاء ﷺ تمام ان اخلاق فاضلہ کا جامع ہے جو نبیوں میں متفرق طور پر پائے جاتے تھے۔ اور نیز آنحضرت ﷺ کے حق میں فرمایا ہے انک لعلی خلق عظیم تو خلق عظیم پر ہے اور عظیم کے لفظ کے ساتھ جس چیز کی تعریف کی جائے وہ عرب کے محاورہ میں اس چیز کی انتہائے کمال کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔۔ ایسا ہی اس آیت کا مفہوم ہے کہ جہاں تک اخلاق فاضلہ و شمائل حسنہ نفس انسانی کو حاصل ہو سکتے ہیں وہ تمام اخلاق کاملہ تامہ نفس محمدی میں موجود ہیں سو یہ تعریف ایسی اعلیٰ درجے کی ہے جس سے بڑھ کر ممکن نہیں“۔

(براہین احمدیہ صفحہ ۶۰۶۔۶۰۵ بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳)

”خدا تعالیٰ نے ہمارے نبی ﷺ کے سوانح کو دو حصوں پر منقسم کر دیا۔ ایک حصہ دکھوں اور مصیبتوں اور تکلیفوں کا اور دوسرا حصہ فتح یابی کا تا مصیبتوں کے وقت میں وہ خلق ظاہر ہوں جو مصیبتوں کے وقت ظاہر ہوا کرتے ہیں اور فتح اور اقتدار کے وقت میں وہ خلق ثابت ہوں جو بغیر اقتدار کے ثابت نہیں ہوتے۔ سو ایسا ہی آنحضرت ﷺ کے دونوں قسم کے اخلاق دونوں زمانوں اور دونوں حالتوں کے وارد ہونے سے کمال وضاحت سے ثابت ہو گئے۔ چنانچہ وہ مصیبتوں کا زمانہ جو ہمارے نبی ﷺ پر تیرہ برس تک مکہ معظّمہ میں شامل حال رہا اس زمانہ کے سوانح پڑھنے سے نہایت واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے وہ اخلاق جو مصیبتوں کے وقت کامل راستباز کو دکھانے چاہئیں۔ یعنی خدا پر توکل رکھنا اور جزع فزع سے کنارا کرنا اور اپنے کام میں سست نہ ہونا اور کسی کے رعب سے نہ ڈرنا ایسے طور پر دکھا دیئے جو کفار ایسی استقامت دیکھ کر ایمان لائے۔ اور پھر جب دوسرا زمانہ آیا یعنی فتح اور اقتدار اور ثروت کا زمانہ تو اس زمانہ میں بھی آنحضرت ﷺ کے اعلیٰ اخلاق عفو اور سخاوت اور شجاعت کے ایسے کمال کے ساتھ صادر ہوئے جو ایک گروہ کثیر کفار کا انہی اخلاق کو دیکھ کر ایمان لایا دکھ دینے والوں کو بخشا اور شہر سے نکالنے والوں کو امن دیا ان کے محتاجوں کو مال سے مالامال کر دیا اور قابو پا کر اپنے بڑے بڑے دشمنوں کو بخش دیا“۔ (اسلامی اصول کی فلاسفی روحانی خزائن جلد نمبر ۱۰ صفحہ ۴۴۷)

آپ کی تعلیم اس لئے زندہ ہے کہ اس کے ثمرات اور برکات اس وقت بھی ویسے ہی موجود ہیں جو آج سے تیرہ سو سال پیشتر موجود تھے دوسری کوئی تعلیم ہمارے سامنے اس وقت ایسی نہیں ہے جس پر عمل کرنے والا یہ دعویٰ کر سکے کہ اس کے ثمرات اور برکات اور فیوض سے مجھے حصہ دیا گیا ہے اور میں آیت اللہ ہو گیا ہوں لیکن ہم خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے قرآن شریف کی تعلیم کے ثمرات اور برکات کا نمونہ اب بھی موجود پاتے ہیں اور ان تمام آثار اور فیوض کی جو نبی کریم ﷺ کی سچی اتباع سے ملتے ہیں اب بھی پاتے ہیں“۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ ۲۷)

”تمام نبوتیں اور تمام کتابیں جو پہلے گزر چکیں ان کی الگ طور پر پیروی کی حاجت نہیں رہی۔ کیونکہ نبوت محمدیہ ان سب پر مشتمل اور حاوی ہے اور بجز اس کے سب راہیں بند ہیں تمام سچائیاں جو خدا تک پہنچاتی ہیں اسی کے اندر ہیں نہ اس کے بعد کوئی نئی سچائی آئے گی اور نہ اس سے پہلے کوئی ایسی سچائی تھی جو اس میں موجود نہیں“۔ (الوصیت صفحہ ۱۰ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۱۱)

”میرا مذہب ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ کو الگ کیا جاتا اور کل نبی جو اس وقت تک گزر چکے تھے سب کے سب اکٹھے ہو کر وہ کام اور وہ اصلاح کرنا چاہتے جو رسول اللہ ﷺ نے کی۔ ہرگز نہ کر سکتے ان میں وہ دل وہ قوت نہ تھی جو ہمارے نبی کو ملی تھی۔ اگر کوئی کہے کہ یہ نبیوں کی معاذ اللہ سوء ادبی ہے تو وہ نادان مجھ پر افتراء کرے گا میں نبیوں کی عزت اور حرمت کرنا اپنے ایمان کا جزو سمجھتا ہوں۔ لیکن نبی کریم ﷺ کی فضیلت کل انبیاء پر میرے ایمان کا جزو اعظم ہے اور میرے رگ و ریشہ میں ملی ہوئی بات ہے یہ میرے اختیار میں نہیں کہ اس کو نکال دوں۔ بدنصیب اور آنکھ نہ رکھنے والا مخالف جو چاہے سو کہے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کام کیا ہے جو نہ الگ الگ اور نہ مل مل کر کسی سے ہو سکتا تھا اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء (ملفوظات جلد دوم صفحہ ۱۷۴)

”قبولیت کا یہ عالم ہے کہ آج کم سے کم بیس کروڑ ہر طبقہ کے مسلمان آپؐ کی غلامی میں کمربستہ کھڑے ہیں اور جب سے خدا نے آپ کو پیدا کیا ہے بڑے بڑے زبردست بادشاہ جو ایک دنیا کو فتح کرنے والے تھے آپؐ کے قدموں پر ادنیٰ غلاموں کی طرح گرے رہے ہیں اور اس وقت کے اسلامی بادشاہ بھی ذلیل چاکروں کی طرح آنجناب کی خدمت میں اپنے تئیں سمجھتے ہیں اور نام لینے سے تخت سے نیچے اتر آتے ہیں“۔

(چشمہ معرفت صفحہ ۸ تا ۱۰ روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۳۸۱۔۳۸۰)

”اس نبوت پر (یعنی نبوت محمدیہؐ پر۔ ناقل) تمام نبوتوں کا خاتمہ ہے اور ہونا چاہئے تھا کیونکہ جس چیز کیلئے ایک آغاز ہے اس کیلئے ایک انجام بھی ہے لیکن یہ نبوت محمدیہؐ اپنی ذاتی فیض رسانی سے قاصر نہیں بلکہ سب نبوتوں سے زیادہ اس میں فیض ہے اس نبوت کی پیروی خدا تک بہت سہل طریق سے پہنچا دیتی ہے۔“ (الوصیت روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۱۱)

”رسول اللہ ﷺ پر نبوت ختم ہونے سے یہ مراد ہے کہ طبعی طور پر آپ پر کمالات نبوت ختم ہو گئے یعنی وہ تمام کمالات متفرقہ جو آدم سے لیکر مسیح ابن مریم تک نبیوں کو دیئے گئے تھے کسی کو کوئی اور کسی کو کوئی وہ سب آنحضرت ﷺ میں جمع کر دیئے گئے۔“

عربی میں اس مفہوم کو حضرت مسیح موعودؑ نے یوں ادا فرمایا ہے۔

لیس محمد ابا احد من رجال الدنیا ولکن ھو اب لرجال الاخرۃ لانہ خاتم النبیّن ولا سبیل الی فیوض اللہ من غیر توسطہ (ایک غلطی کا ازالہ)

خطبہ جمعہ

کوئی بھی اسلام کی نشوونما اور تیزی سے پھیلنے کی حقیقت اس کے سوا نہیں ہے کہ یہ حسن محمدؐ تھا جس نے عرب کی فتح کی۔ اور پھر وہی فتح تھی جو باقی ملکوں پر بھی پھیل گئی

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ ۲۵؍ اپریل ۱۹۹۷ء بمطابق ۲۵؍ شہادت ۱۳۷۶ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن

خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ بدر اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے۔

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبدهٗ و رسوله–

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم– بسم الله الرحمٰن الرحيم –

الحمدلله رب العٰلمين – الرحمٰن الرحيم – مٰلك يوم الدين – إياك نعبد و إياك نستعين –

اهدنا الصراط المستقيم – صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين

﴿وهوالذى يقبل التوبة عن عباده ويعفوا عن السيئات ويعلم ما تفعلون. و يستجيب الذين آمنوا و عملوا الصٰلحٰت و يزيدهم من فضله والكافرون لهم عذاب شديد﴾

(سورہ الشوریٰ آیات ۲۶، ۲۷)

یہ وہی آیات ہیں جن سے میں نے گزشتہ خطبے میں ان کی تلاوت کے ذریعہ آغاز کیا تھا اور مضمون بھی وہی ہے اور انہی آیات کے بعض اور پہلو ہیں جو میں آپ کے سامنے مزید کھولنا چاہتا ہوں۔ اس لئے آج پھر میں نے انہی کی تلاوت کی ہے۔ میں نے عرض کیا تھا کہ توبہ کے ساتھ گزشتہ گناہوں کی مغفرت کا جہاں تک تعلق ہے لازم نہیں کہ ہر قسم کی بدیاں بھی اسی وقت، اس لمحے مٹ چکی ہوں اور کچھ نہ کچھ پرانی عادات کا ایک جلوس سا باقی رہتا ہے جو آگے بڑھ جاتا ہے۔ پس توبہ کے بعد ایک مکمل نئی صالح زندگی معاً عطا نہیں ہوا کرتی اس کے لئے ایک لمبے عرصے کی جدوجہد کا آغاز ہوتا ہے۔

پس ﴿یعفوا عن السیئات﴾ کا ایک معنی تو میں نے یہ بیان کیا تھا کہ جب خدا عفو سے کام لیتا ہے تو اس کے دو پہلو ہیں ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ نظر انداز فرما دیتا ہے، ان کے عواقب سے بچا لیتا ہے۔ اور دوسرے یہ کہ جب خدا نظر انداز فرمائے تو بدیاں مٹنی شروع ہو جاتی ہیں کیونکہ خدا کی آنکھ سے تو کوئی چیز اوجھل نہیں رہ سکتی۔ اس کی آنکھ سے اوجھل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ واقعۃً مٹ جاتی ہیں لیکن کیسے مٹتی ہیں۔ کیا یہ از خود ایک طبعی سلسلہ ہے جو جاری ہوتا ہے یا اس میں انسان کو بھی کسی کوشش یا جدوجہد کی ضرورت ہے۔ یہ دوسرا پہلو ہے جو میں آپ کے سامنے کھولنا چاہتا ہوں۔

قرآن کریم نے اسی مضمون کو ایک دوسری جگہ یوں بیان فرمایا کہ وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں وہ کہتے ہیں ﴿ربنا اننا سمعنا منادیاً ینادی للایمان﴾ کہ اے خدا، اے ہمارے رب ہم نے ایک ایسے پکارنے والے کی آواز کو سنا جو یہ کہتا تھا کہ اپنے رب پر ایمان لے آؤ پس ہم ایمان لے آئے۔ ﴿ربنا فاغفرلنا ذنوبنا﴾ پس ہمارے ایمان کا تقاضا ہے اور یہ پہلا تقاضا ہے کہ ہمارے سابقہ تمام گناہ بخش دے تاکہ ہلکے قدموں کے ساتھ، سارے بوجھ اتار کر پھینکتے ہوئے ہم تیری طرف آگے بڑھیں۔ لیکن اس سے آگے ایک اور تقاضا بھی ہے کہ کچھ ایسی برائیاں ہیں جو بخشش کے باوجود ہماری ذات کا ایسا جزو بن چکی ہیں کہ ہم انہیں ایک دم نوچ کر الگ نہیں پھینک سکتے ﴿وکفر عنا سیئا تنا﴾ کی دعا سکھائی ہے۔ پس اگر دعا کی طلب نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کو انسان کے ساتھ کوئی بھی تعلق قائم نہیں ہوا کرتا۔

پس یہ جو مضمون ہے کہ بدیوں کو دور فرما دے گا اس کا انسانی ذات میں ایک طلب کا پیدا ہونا، ایک خواہش کا ابھرنا اور اس خواہش کے مطابق جو اس سے ملتے جلتے، اس سے تعلق رکھنے والے اعمال ہیں ان کا آغاز ہو جانا یہ سب انہی آیات کے اندر شامل ہے۔ پس جو آیتیں میں نے اب آپ کے سامنے پڑھی ہیں یا دوسری سورۃ کی جن آیات کی طرف آپ کو متوجہ کیا ہے ان میں جو اللہ تعالیٰ نے یہ مضمون بیان فرمایا کہ وہ دعا کرتے ہیں کہ اے خدا ہمیں بخش دے تو پھر ہماری برائیوں کو بھی دور فرما دے۔ وہ برائیاں دور کرنے کا سلسلہ دعا کے ساتھ جب شروع ہوتا ہے تو پھر یہ تنبیہ فرمائی جاتی ہے ﴿ویعلم ما تفعلون﴾ کہ دیکھو اللہ تمہارے اعمال کو جانتا ہے اس لئے یہ نہ ہو کہ دعا مشرق کی ہو اور رخ مغرب کی طرف ہو جائے۔ جس طرف کی دعا کی جا رہی ہے اسی سمت میں چلنا پڑے گا اور بدیاں دور کرنے کے لئے تمہیں کچھ نہ کچھ محنت کرنی ہوگی اور جب تم یہ کرو گے تو خدا کا وعدہ ہے کہ وہ ضرور دور فرما دے گا اور جب دور فرمائے گا تو اس کی علامتیں ظاہر ہوں گی۔ وہ علامتیں یہ ہیں کہ سب سے پہلے تم مستجاب الدعوات ہو جاؤ گے۔ تمہاری دعاؤں کو جو نیک نیتی سے کی جا رہی ہیں، جن کی عمل صالح تائید کر رہا ہے ان دعاؤں کو خدا قبول فرمائے گا۔

﴿و یستجیب الذین آمنوا و عملوا الصٰلحٰت﴾ ان لوگوں کی دعا کو قبول فرمائے گا جو ایمان لے آئے اور پھر نیک اعمال بجا لائے۔ پس محض گزشتہ کی توبہ کافی نہیں جب تک اپنی زندگی کو نیک اعمال سے بھر نہ دو اور نیک اعمال ہی ہیں جو دراصل بدیوں کو دور کرنے کی ضمانت ہوا کرتے ہیں۔ فرمایا، ﴿و یزیدهم من فضله﴾ اور پھر وہ اپنے فضل سے ان کو اور بھی بڑھائے گا۔ اب یہ جو آیت ہے ﴿و یزیدهم من فضله﴾ اس میں ایک بہت عظیم وعدہ کیا گیا ہے لیکن وہ وعدہ ہے کیا؟۔ ایک معنی اس کا یہ کیا جاتا ہے جو عربی کے لحاظ سے درست ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے اعمال کی جزا میں ان کو بڑھا چڑھا کر عطا فرمائے گا یعنی ایسے لوگوں کے اعمال کی جزا ان کو بڑھا چڑھا کر عطا فرمائے گا۔

لیکن مجھے ایک اور معنی اس سے زیادہ پسند ہے اور میرے نزدیک اس موقع پر وہ زیادہ صادق آتا ہے اور اس کا پہلی آیات سے ایک براہ راست تعلق ہے "یزیدهم" کا مضمون "کفر عنا سیئا تنا" کے ساتھ تعلق رکھتا ہے یا "یعفوا عن السیئات" کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ جو انسان اپنی بعض عادتیں اپنے سے توڑ توڑ کر الگ پھینک رہا ہے وہ کم ہوگا زیادہ تو نہیں ہوگا۔ ظاہری عقلی تقاضا یہ ہے کہ اس میں سے کچھ اترا اور کچھ پھینکا گیا۔ زیادہ وہ کیسے ہو جائے گا۔ زیادہ تبھی ہوگا اگر بدیوں کے دور کرنے کا مضمون سمجھ آ جائے ورنہ ہو نہیں سکتا۔ اور اس مضمون کو قرآن کریم نے ایک دوسری جگہ یوں کھولا ہے کہ تم اپنی بدیوں کو حسن کے ذریعہ دور کرو یعنی ایسے بنو کہ بدیوں کو ویسے اکھیڑ کر باہر نہ پھینکو بلکہ حسن کے ذریعے تبدیل کرو۔ اور اس مضمون کو قرآن کریم نے مختلف آیات میں، مختلف رنگ میں بیان فرمایا ہے لیکن ہمیشہ یہی مضمون ہے، کہ وہ ایک آیت جو معین میرے ذہن میں تھی اس وقت وہ زبان پہ جاری نہیں ہو رہی لیکن یاد آ جائے گی اس دوران، معنی اس کا یہی ہے کہ حسن کے ذریعے، خوبیوں کے ذریعے اپنی بدیوں کو دور کرو جس میں ایک بہت گہرا حکمت کا راز بیان فرما دیا گیا کہ بدیاں اپنی ذات میں دور کرنا نہ مقصود ہے نہ ممکن ہے، یہ ہو نہیں سکتا کہ تم اپنی بعض پرانی عادتیں اپنے وجود سے نوچ کر پھینک دو سوائے اس کے کہ ان سے بہترین عادتیں ان کی جگہ لینے کے لئے موجود ہوں۔

پس حسن بدی کو دھکیل کے باہر کرتا ہے جیسے نور اندھیروں کو دھکیل کے باہر کر دیتا ہے۔ خالی اندھیروں کو دور کرنا ممکن ہی نہیں، عقل کے خلاف بات ہے۔ پس قرآن ایک ایسی اعلیٰ حکمت کی کتاب ہے جو انسانی فطرت کی پاتال تک نظر رکھتا ہے اور کوئی بھی حقیقی تعلیم ایسی نہیں ہے جس پر عمل کرنا ممکن نہ ہو۔ پس سیئات کو دور کرنے کی تعلیم فی ذاتہٖ ایک کھوکھلی تعلیم ہے اگر قرآنی آیات کی روشنی میں حسن کے ذریعے بدی کو دور کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ پس جب بہتر عادتیں بعض بری عادتوں کی جگہ لیں گی تو یہ ﴿یزیدهم من فضله﴾ کا مضمون ہے۔ اللہ تعالیٰ پھر ان کو بڑھائے گا اپنے فضل کے ساتھ اور جو بہتر عادتیں ان کو عطا ہوں گی وہ باقی رہنے والی ہوں گی اور دائمی ہو جائیں گی وہ وفا کرنے والی عادتیں ہوں گی، جو ان کو چھوڑ کر جائیں گی نہیں۔ کیونکہ نیکی کے مضمون کے ساتھ اس کا باقی رہنے کا مضمون بھی قرآن کریم نے ہر جگہ

بیان فرمایا ہے۔ اور پھر ان میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا یعنی جوں جوں بدیاں جھڑیں گی حسن میں اضافہ ہوگا اور جب حسن میں اضافہ ہوگا تو تمہاری طاقت میں بھی اضافہ ہوگا۔ تمہارے جیسے اور لوگ تمہارے ساتھ پیدا ہونے لگیں گے۔

یہ وہ پہلو ہے جس کے تعلق میں میں ایک دفعہ پھر آپ کو دعوت الی اللہ کا مضمون یاد کراتا ہوں۔ بہت سے احمدی ہیں جو دعوت الی اللہ میں مصروف ہیں، پوری کوشش کرتے ہیں لیکن آخر پہ شکوہ یہ رہ جاتا ہے کہ ہم نے تو سب کچھ کر دیا مگر اوپر سے پھل نہیں مل رہے گویا اوپر ہی کا قصور ہے۔ حالانکہ اگر پھل نہیں مل رہے تو نیچے کا قصور ہے بعض دفعہ جڑوں کی بیماری ہے جو حائل ہو جاتی ہے پھلوں کی راہ میں۔ اور آسمان تو بارشیں برساتا ہے، فضا تو ضرورت کی گیسیں مہیا کرتی رہتی ہے مگر پھل اس لئے نہیں لگتے کہ جڑیں بیمار ہیں۔ پس "کفر عنا سیئاتنا" کا مضمون تبلیغ کے لئے بھی نہایت ضروری ہے۔ یہ دعا ساتھ ہو اور اس کے بعد پھر انسان اپنے حسن کے ذریعے اپنی بدیوں کو دور کرتا چلا جائے اور جب آپ کا حسن آپ کی بدیوں کو نکال باہر کرنے پر مجبور کر دے یعنی نیا اختیار کردہ حسن جو قرآن اور رسول اللہ ﷺ کے اسوہ سے آپ سیکھیں گے تو پھر ایسے وجود کا بڑھنا اور نشوونما پانا ایک طبعی قدرتی عمل ہے جس کو کوئی روک نہیں سکتا۔

پس اگر کسی کی تبلیغ کی راہ میں کوئی روک حائل ہے اور پھل نہیں لگ رہے تو دیکھیں کہ اس کے اندر کوئی ایسی بدیاں تو نہیں جو اس کی نشوونما کی راہ میں حائل ہو گئی ہیں ورنہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ یہ وعدہ کرے اور پھر پورا نہ فرمائے کہ ﴿یزیدھم من فضلہ﴾ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ ضرور بڑھاتا ہے۔ تو محض نیکیاں بڑھانے کا مضمون نہیں بلکہ ایسے لوگوں کے نفوس میں برکت دیتا ہے ان کی تعداد بڑھتی ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہوا جو ہر نبی سے ہوتا رہا مگر جس شان کے ساتھ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ ہوا ویسا اور کسی نبی کے ساتھ نہیں ہوا کہ آپ اکیلے تھے اور کس تیزی کے ساتھ کثرت میں تبدیل ہونے لگے اور آپ کا حسن دوسروں میں سرایت کیا ہے تو آگے بڑھے ہیں، اس کے بغیر آگے نہیں بڑھے۔

کوئی بھی اسلام کی نشوونما اور تیزی سے پھیلنے کی حقیقت اس کے سوا نہیں ہے کہ یہ حسن محمدؐ تھا جس نے عرب کی فتح کی ہے اور پھر وہی فتح تھی جو باقی ملکوں پہ بھی پھیل گئی۔ آنحضرت ﷺ کی سیرت کے حسن کے بغیر جو فتح تھی، وہ عسکری فتح تھی اس نے کوئی بھی دیرپا صلاحیت مومنوں میں پیدا نہیں کی بلکہ بعض اس زمانے کے لوگوں کو پہلے سے بدتر حالتوں میں وہ فتوحات چھوڑ گئیں۔ اور جو اعمال میں رہی سہی خوبیاں تھیں ان کو بھی وہ کھا گئیں، ظالم بادشاہ پیدا ہوئے۔ چنانچہ اسی لئے آنحضرت ﷺ نے جو مسلمانوں کے تنزل کی دردناک کہانی بیان فرمائی ہے وہاں خلافت کے بعد ملوکیت اور ملوکیت کے بعد پھر ظلم کی حکومت کا ذکر فرمایا ہے۔

پس جب خلافت راشدہ نہ رہے تو جو حکومت قائم ہوتی ہے وہ سچائی کی حکومت نہیں بلکہ ایک سیاسی حکومت ہے جس میں سچائی کے کچھ اثرات باقی رہتے ہیں لیکن زیادہ دیر تک رہ نہیں سکتے۔ کیونکہ جب یہ عمل جاری نہ رہے کہ حسن سے بدیوں کو دور کرو اس وقت تک برعکس جو عمل ہے وہ شروع ہو جاتا ہے یعنی بدیاں نیکیوں کو کھانے لگتی ہیں کیونکہ ان نیکیوں میں جان نہیں ہوتی، وہ کھوکھلی ہو چکی ہوتی ہیں۔ وہ شخص جس میں دفاع کی طاقت نہ ہو اس کو جراثیم کھاتے ہیں۔ جس میں دفاع کی طاقت ہو وہ بدن تو جراثیم کو کھا جاتا ہے اور روزمرہ یہی ہو رہا ہے ہمارے بدن میں۔ لاکھوں کروڑوں بلکہ اربوں قسم کے جراثیم ہیں جو ہم پر ہمیشہ حملہ آور رہتے ہیں اور بدن ان کو کھا جاتا ہے یعنی ان کو غارت کر دیتا ہے۔ گویا ان کے گرد ایسے سپاہی لپٹ جاتے ہیں جو ان کو کھا کر اگرچہ اپنی جان بھی بسا اوقات فدا کر دیتے ہیں مگر ان کو بدن سے نکال کر ایک گندگی کے طور پر اس سے خارج کر دیتے ہیں اور یہ عمل جاری عمل ہے۔

پس بدیاں جو ہیں ان پر نیکی نے بہرحال غالب آنا ہے۔ اگر نیکی کی صفات حقیقتاً موجود ہوں، اگر نیکی کی تعریف صادق آتی ہو تو ہو ہی نہیں سکتا کہ ایک صالح وجود پر غیر صالح وجود غالب آجائے۔ پس جو دوسرا دور ہے اس میں یہ معنی نہیں ہے کہ گویا اب خدا نے قانون بدل دیا ہے۔ اب نیکی پر بدی غالب آنے لگی ہے۔ وہ مضمون یہ ہے کہ نیکی نہیں رہی اور خلاء نہیں ہو سکتا۔ جہاں سے نیکی چلی جائے گی اس کا ایک طبعی عمل ہے، یہ قانون قدرت کا ایک طبعی عمل ہے کہ خلاء رہ نہیں سکتا جہاں سے نیکی اٹھے گی بدی آکر اس جگہ براجمان ہو جائے گی، اس جگہ پر قبضہ کر لے گی۔

تو اپنی زندگی کی حفاظت کرنی ہے اور نسلاً بعد نسل حفاظت کرنی ہے تو یہی ایک راز ہے جو قرآن کریم نے ہمیں سمجھایا کہ ایمان لاؤ تو توبہ کرو جو سچی توبہ ہے۔ سچی توبہ کے بعد اپنی بدیوں کو اپنے زیر نظر رکھو اور امید رکھو کہ خدا دور فرمائے گا تم میں طاقت نہیں مگر دعا کے ذریعے اس جہاد کا آغاز کرو، دعاؤں کے ذریعے خدا تعالیٰ سے مدد مانگو کہ وہ تمہاری بدیاں دور کرنی شروع فرما دے۔ اور طریق یہ سکھا دیا کہ جو عمل تمہیں بتایا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ اپنی نیکیوں کے ذریعے اپنی بدیوں کو دور کرو یعنی نیکیاں بڑھاؤ تو بدیاں دور ہوں گی۔ تو یہ ایک مثبت عمل ہے جس کی طرف بلایا جا رہا ہے یہ مثبت عمل جب جاری ہوگا تو آپ میں برکت پڑے گی۔ یعنی آپ کے وجود میں ایک ایسی توانائی پیدا ہوگی جو پہلے نہیں تھی کیونکہ نیکیوں کے بغیر کوئی توانائی نہیں ہے آپ کے اندر ایک روحانی زندگی پیدا ہونی شروع ہوگی جس میں جان پڑ جائے گی جو اس طرح نشوونما پائے گی جس طرح چھوٹا بچہ صحت مند ماحول میں تربیت پاتا ہوا آگے بڑھتا ہے، بلند ہوتا ہے اور اس کی ہر صلاحیت پہلے سے زیادہ طاقت پا جاتی ہے، تنومند ہو جاتی ہے۔

تو صلاحیتوں کی نشوونما کا نام ہے بدیوں کا دور ہونا۔ کیونکہ وہ نشوونما حسن اور نیکیوں کے ذریعے ترویج پاتی ہے اور اس وجہ سے بدیوں کا دور کرنا ایک مثبت عمل کا دوسرا نام ہے، محض ایک منفی کوشش نہیں ہے۔ اس کوشش میں ہم کیسے داخل ہوں اور کیسے اس سے بھرپور فائدہ اٹھائیں اس سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو توبہ کا فلسفہ بیان فرمایا ہے اس کا سمجھنا ہمارے لئے بہت ممد اور مفید ثابت ہوگا اور دوسرا یہ کہ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے اپنی بدیوں کو تاک کر نشانے بنانا یہ ایک باشعور کام ہونا چاہئے۔ یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ از خود یہ سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ جب خدا نے دعا سکھائی، جب نصیحت فرمائی کہ نیکیوں کے ذریعے بدیوں کو دور کرو تو ہر لمحہ اپنا جائزہ لینا لازم ہے اور دیکھتے رہنا چاہئے کہ کونسی بدیاں ہم نے کس حسن کے ذریعے دور کی ہیں۔

یہ جو عمل ہے یہ لمحہ لمحہ کا عمل ہے۔ یہ روزمرہ کا ایسا حساب نہیں کہ جیسے بہی کھاتے بند کرنے سے پہلے جو تاجر ہیں وہ بیٹھے اپنی دوکانوں میں حساب کر رہے ہوتے ہیں۔ یہ اور طرح کا حساب ہے جو لازماً جاری وساری حساب ہے۔ ﴿واللہ سریع الحساب﴾ کے مضمون سے اس کا تعلق ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک اقتباس آپ کے سامنے رکھتا ہوں اور کوشش کروں گا کہ جس طرح بھی ممکن ہو اس کا گہرا فلسفہ آپ کو سمجھاؤں۔ فرمایا "اعمل ما شئت فقد غفرت لك" یہ جو کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اپنے بعض بندوں سے کہ "اعمل ما شئت" جو چاہے کر اب کھلی چھٹی ہے ﴿فقد غفرت لك﴾ پس میں تجھے بخش چکا ہوں۔ پس جب میں نے بخش دیا تو پھر حساب کتاب کا کیا سلسلہ رہا اب تجھے چھٹی ہے جو چاہے کرتا پھرے۔ فرمایا اس کا مطلب سمجھو، غور کرو تو پھر تمہیں سمجھ آئے گی کہ یہ گناہوں کی چھٹی نہیں ہے جیسا کہ بعض جاہل سمجھتے ہیں۔

فرمایا "حدیث میں آیا ہے کہ جب انسان بار بار رو رو کر اللہ سے بخشش چاہتا ہے تو آخر کار خدا کہہ دیتا ہے کہ ہم نے تجھ کو بخش دیا۔ اب تیرا جو جی چاہے سو کر۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ اس کے دل کو بدل دیا اور اب گناہ اسے بالطبع برا معلوم ہوگا جیسے بھیڑ کو میلا کھاتے دیکھ کر کوئی دوسرا حرص نہیں کرتا کہ وہ بھی کھاوے"۔ یعنی بھیڑ جب گندگی پہ منہ مارتی ہے تو ایک نیک طبع انسان جو اپنی بدیوں سے نجات پا چکا ہو، گندی عادتیں اس سے نکال کر باہر پھینک دی گئی ہوں تو جو گندگی اس سے نکال کر باہر پھینکی گئی ہے اس سے محبت تو نہیں رہتی بلکہ بری لگنے لگتی ہے۔ فرمایا اسی طرح خواہ ایک انسان بھوکا بھی ہو اگر بھیڑ کو گندگی کھاتے دیکھے گا تو اس کا دل نہیں چاہے گا کہ اسی گندگی پہ وہ بھی منہ مارے بلکہ اور کراہت محسوس کرے گا تو "اعمل ما شئت" کا یہ مطلب ہے۔

فرماتے ہیں "اور اب گناہ اسے بالطبع برا معلوم ہوگا جیسے بھیڑ کو میلا کھاتے دیکھ کر کوئی دوسرا حرص نہیں کرتا کہ وہ بھی کھاوے اسی طرح وہ انسان بھی گناہ نہ کرے گا جسے خدا نے بخش دیا ہے"۔ (ملفوظات جلد نمبر ۱ صفحہ ۴)۔ اب دیکھیں بخشش کی بھی کیسی اعلیٰ پہچان ہمیں عطا فرما دی۔ یہ خیال، یہ واہمہ کہ ہم نے خوب رو رو کر دعائیں مانگیں اور محسوس ہوا کہ اب ہم بخشے گئے ہیں اور گناہ جھڑ گئے ہیں یہ واہمہ دور

فرمادیا یہ بیان کر کے کہ ایک کسوٹی ہے بخشش کو جانچنے کی۔ اور وہ یہ کسوٹی ہے کہ جس گناہ کو بخشا گیا ہے اس گناہ سے انسان کو بالطبع دوری عطا کی جاتی ہے، اس کو بعد عطا کیا جاتا ہے۔ ایک طبعی نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور جب تک اس کی محبت باقی ہے اس وقت تک بخشش کا کوئی سوال نہیں ہے۔ اگر محبت باقی رکھے خدا اور بخش دے تو پھر یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے گناہوں کو ترویج دینے کا ایک سلسلہ شروع ہو جائے گا جو کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔

اللہ تعالیٰ کی حکمت کاملہ کے خلاف ہے کہ ایسی حالت میں بخشے کہ اس گناہ کی محبت، اس کا پیار، اس کی حرص دل میں باقی رہے اور اللہ کہے میں نے تجھے بخش دیا ہے اور پھر فرمائے کہ اب جو چاہے کر تا پھر تو اس کا مطلب ہے کہ خدا سے بڑھ کر اور کوئی گناہ کو ترغیب دینے والا نہیں ہو گا، پھر کسی شیطان کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔ پھر اللہ ہی کافی ہے گناہوں کو ترغیب دینے والا، نعوذ باللہ من ذالك یہ اتنا خطرناک ظالمانہ خیال ہے کہ جو خدا کے عرفان کا ایک شائبہ رکھنے والا بھی قبول نہیں کر سکتا۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ان گہرے معارف کو سمجھ کر ان حدیثوں کے معنوں کو سمجھیں جو بد قسمتی سے بعض علماء نے غلط معنوں کو ترغیب دینے کے لئے رائج کر دیں اور گناہوں کو کم کرنے کے بجائے وہ حدیثیں گناہ کو بڑھانے کا موجب بنادی گئیں جو خدا ہی کی نہیں حضرت اقدس محمدؐ رسول اللہ کی بھی بڑی گستاخی ہے کہ گویا آپ کو اللہ کا عرفان ہی نصیب نہیں تھا، نعوذ باللہ من ذالك آپ خدا کو ایسا سمجھ رہے تھے جو گناہ کو تقویت عطا کرتا ہے۔ پس جب تک عمل کی زندگی ہے اس وقت تک یہ ہو نہیں سکتا۔ یہ ترجمہ کھل نہیں اور جب عمل کی زندگی ختم ہو تو "اعمل ما شئت" کا مضمون ختم ہو جاتا ہے۔

ایک بخشش ہے جو عمل کی زندگی کے دوران ہے یہ میں اس بخشش کی بات کر رہا ہوں۔ ایک بخشش ہے جو موت کے وقت یا بعض دفعہ موت کے بعد عطا ہوتی ہے وہ جو بخشش ہے اس میں خدا کامل طاقت اور اختیار رکھتا ہے جو چاہے کرے۔ کوئی نہیں جو اس کی راہ میں حائل ہو سکے۔ مگر اس کے بعد "اعمل ما شئت" کا تو پھر مضمون باقی نہیں رہتا۔ عمل کی دنیا تو ختم ہو چکی ہے۔ پس جب تک آپ کو عمل کی توفیق ہے آپ کی بخشش وہیں ہوئی ہے جہاں سے آپ کو گناہ سے نفرت شروع ہو گئی ہے۔ اس سے پہلے بخشش نہیں ہے۔ اور جب گناہ سے نفرت ہو جائے تو پھر بدیاں بھی اچھی نہیں لگتیں۔ جب ایک بڑی مصیبت سے نجات ملے، بڑے داغ دور ہو جائیں تو چھوٹے داغ نمایاں ہو جایا کرتے ہیں اور پھر ان چھوٹے داغوں کو دور کرنے کی طرف توجہ پیدا ہوتی ہے۔ اگر غلاظت ہی لگی ہوئی ہے جسم کے اوپر تو چھوٹے چھوٹے باریک داغ دکھائی ہی نہیں دے سکتے۔ خیال ہی نہیں پیدا ہو سکتا کہ یہ بھی دور کرنے والی باتیں ہیں۔ سب سے پہلے انسان غلاظت کو دھوئے گا۔

تو گناہ وہ غلاظت ہے جس کو دھو کر اور دھونے کے ساتھ یہ مضمون شامل ہے کہ نفرت ہے تو دھویا گیا۔ نفرت اور بخشش، گناہوں کو مٹانا اور دور کرنا یہ ایک ہی چیز کے دو نام ہیں لیکن پھر بعد میں پتہ چلتا ہے کہ چادر کے داغ تو دور ہوئے نہیں، جگہ جگہ بہت سے ایسے داغ ہیں جو پہلے دکھائی نہیں دیتے تھے، اب نظر آنے لگ گئے ہیں۔ ان کو دور کرنے کا جو سلسلہ ہے وہ ساری زندگی کا معاملہ ہے، ہمیشہ ساتھ رہے گا۔ اور اس کے لئے طریق یہ بیان فرمادیا گیا کہ حسن کی تلاش کرو، اپنے آپ کو زیادہ حسین تر بنانے کی کوشش کرو۔ جب بھی تم کسی نیکی کی خواہش رکھو گے اور اسے اپنالو گے اس کے ساتھ ہی بعض داغ جو تمہارے اندر تھے وہ از خود دور ہو جائیں گے وہ اکٹھے رہ سکتے ہی نہیں۔ کیونکہ نیکی دراصل خدا کی صفات کا پرتو ہے اور خدا تعالیٰ کی صفات کے ساتھ بدیاں رہ نہیں سکتیں۔

تو ایسا اعلیٰ مضمون سکھایا گیا ہے اور پھر اس کے ساتھ جو وعدہ فرمایا گیا ہے برکت کا وہ یہ ہے کہ نیکیاں دوسری نیکیوں کو جنم دیں گی وہ اکیلی نہیں رہیں گی۔ تم میں نشوونما شروع ہو گی جو تمہیں پہلے سے زیادہ عظیم تر بناتی چلی جائے گی اور پھر تمہارے گردوپیش میں برکت دی جائے گی، تمہاری تعداد میں اضافہ ہو گا۔ ﴿محمد رسول الله والذين معه﴾ کا مضمون شروع ہو جائے گا۔ محمدؐ اکیلا رہنے والا وجود ہی نہیں ہے اس کے ساتھ لازماً وہ پیدا ہونگے جو ﴿معه﴾ کا حق ادا کریں گے اور معیت کا حق تبھی ادا ہو سکتا ہے جو خوبیاں سیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ یعنی جو ساتھ ہیں وہ خوبیاں سیکھیں گے تو ﴿معه﴾ ہونگے۔ ورنہ تو معیت کا شرف ان کو نصیب ہی نہیں ہو سکتا۔ تو آپ کے ساتھ بھی ایک معیت پیدا ہو گی ﴿ويزيدهم من فضله﴾ کا یہ معنی ہے جو آپ کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔

پس دعوت الی اللہ کے معاملے میں دعا کے لئے لکھنے والے اور شکایت کرنے والے کہ ہم نے تو ہر طریقہ آزما دیکھا آسمان سے برکت اترتی ہی نہیں وہ ایک خواب وخیال کی دنیا میں بس رہے ہیں۔ آسمان سے برکت تو اتر رہی ہے لیکن آپ کے اندر کچھ ایسی کمزوریاں ہیں جنہیں آپ دور نہیں کر رہے اور میں جانتا ہوں کہ تم کیا ہو اندر سے اور جب تک تم ان برائیوں کو دور کرنے کا عمل شروع نہیں کرتے یہ وعدہ تمہارے حق میں پورا نہیں ہو گا کہ ﴿يزيدهم من فضله﴾ کہ اللہ ان کو اپنے فضل سے بڑھاتا ہے۔

تو ساری جماعت کے لئے ایک نشوونما اور بڑھنے کا فلسفہ ان آیات میں بیان ہوا ہے جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کھول کر بیان فرمایا اور جو ابہام تھے وہ دور کر دیئے اور جو بدیوں کو دور کرنے کی حقیقت ہے وہ ہمارے سامنے کھول دی۔ مغفرت کس کو کہتے ہیں اور اس کے نتیجے میں کیا ہونا چاہئے یہ سارے مضامین ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے سامنے کھولتے ہیں چنانچہ فرمایا "مسلمانوں کو خنزیر کے گوشت سے بالطبع کراہت ہے" اس دور میں بہت سے ایسے علاقے ہیں جہاں یہ کہنا پڑے گا 'بالطبع کراہت تھی' کیونکہ انگلستان میں کثرت کے ساتھ بد قسمتی سے بعض بڑی تعداد میں بلکہ مسلمان نوجوان ہیں جو خنزیر کھانے لگ گئے ہیں مگر ایک دور تھا" **تھی** "اور بہت سے ممالک ایسے ہیں جہاں مسلمانوں میں طرح طرح کی بدیاں آگئی ہیں مگر خنزیر کی کراہت آج بھی موجود ہے۔ جو استثناء ہے وہ ایک چھوٹے ماحول میں بعض جگہوں پر ہے اور اس کا ذکر میں نے اس لئے کیا کہ یہاں جو پلے ہوئے احمدی نوجوان ہیں وہ کہیں گے **تھی** والی بات تو پرانی ہو گئی۔ پرانی ہوئی مگر بہت محدود علاقوں میں بحیثیت مسلمان عالمی طور پر اگر دیکھا جائے تو یہ کہنا آج بھی درست ہے کہ بالطبع مسلمان میں خنزیر کے گوشت کے خلاف کراہت موجود ہے

یہ بیان فرمانے کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں "حالانکہ اور دوسرے ہزاروں کام کرتے ہیں جو حرام اور منع ہیں تو اس میں حکمت یہی ہے کہ ایک نمونہ کراہت کا رکھ دیا ہے اور سمجھا دیا ہے کہ اسی طرح انسان کو گناہ سے نفرت ہو جاوے" فرمایا سؤر کی کراہت تمہارے دل میں بالطبع موجود ہے اس لئے نہیں کھاتے تو آسان ہے نہ کھانا۔ بلکہ اتنا آسان ہے کہ اس کے خلاف کرنا تمہارے لئے دوبھر ہے، سوچنا بھی مشکل ہے ایک کراہت پیدا ہوتی ہے۔ اگر گناہ کا مفہوم تمہیں اس طرح سمجھ آجائے کہ اس کا گند دیکھ کر تم اس کی طرف جھکنے کا تصور بھی نہ کرو اور طبیعت کراہت کے ساتھ اس سے دور ہٹے جیسا کہ انسان کسی گندگی کو دیکھتا ہے تو رستے میں چلتے ہوئے دکھائی دے تو انسان قدم بچا کر، ذرا ہٹا کر رکھتا ہے اس کے قریب بھی پاؤں نہیں لاتا تو کیسے ممکن ہے کہ جس چیز کے قریب پاؤں کا لانا برداشت نہ ہو اس میں انسان منہ مار دے اور اس غلاظت کو کھانے لگے۔

پس کیسی عمدگی سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گناہ کی نفرت کا مضمون بیان فرمایا۔ فرمایا لیکن یہ نفرت ممکن نہیں ہے جب تک دعا نہ ہو۔ پس دعا کے ذریعے مدد مانگنا لازم ہے مگر جس چیز کی دعا مانگی جائے اس کے لئے کوشش کرنا اور اس سمت میں قدم اٹھانا یہ بھی دعا کی قبولیت کے لئے لازم ہے ورنہ وہ دعا قبول ہی نہیں ہو گی۔ فرماتے ہیں "کثرت گناہ کی وجہ سے دعائیں کوتاہی نہ ہو" اب یہ بھی ایک بہت اہم مضمون ہے کہ بعض دفعہ دعائیں کوتاہی مایوسی کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہے۔ انسان سمجھتا ہے کہ میں اتنے گناہوں میں ملوث ہو چکا ہوں کہ اب مجھے بھلا کیا توفیق ملے گی کہ میں اپنی صفائی کروں اور عمر کا بھی کوئی پتہ نہیں کس وقت زندگی ختم ہو جائے۔ تو گناہوں کی کثرت بھی انسان کو دعا سے غافل کر دیتی ہے اس وجہ سے کہ شاید گناہ بہت بڑھ چکے ہیں اور گناہوں کے ہٹنے کے لئے دعا کرنا اور گناہوں کا باقی رکھنا اس مایوسی کو مزید بڑھاتا چلا جاتا ہے۔

کئی لوگ کہتے ہیں جی ہم نے بڑی دعا کی ہے نماز میں توجہ پیدا ہو مگر نہیں ہوئی اب رفتہ رفتہ دل ہی اچاٹ ہو گیا ہے۔ ایسے لوگوں کی بیماریاں کئی قسموں کی ہیں جو ان کے اندر یہ غلط خیال پیدا کرتی ہیں لیکن اس وقت ان کی تفصیل میں جانے کا وقت نہیں ہے کیونکہ ایک اور مضمون شروع ہو جائے گا اس لئے میں آپ کو صرف اتنا سمجھانا چاہتا ہوں کہ یہ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا "**کثرت گناہ کی وجہ سے دعائیں کوتاہی نہ ہو" اس کو آپ حرز جان بنالیں اور دعا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے رہیں پھر انشاء اللہ آپ کے اندر وہ اصلاح کا دور شروع ہو جائے گا جو گناہوں کی مغفرت کا سامان کرے گا اور بدیوں کے دور کرنے کا۔**

فرماتے ہیں "گناہ کرنے والا اپنے گناہوں کی کثرت وغیرہ کا خیال کر کے دعا سے ہر گز باز نہ رہے۔ دعا تریاق ہے۔ آخر دعاؤں سے دیکھ لے گا کہ گناہ اسے کیسا برا لگنے لگا" اب یہ بھی حکمت کی بات ہے۔ حکمت کی تو سب باتیں ہیں مگر ایک ایسی حکمت کی بات ہے جو سمجھے بغیر انسان گناہ سے بچ سکتا نہیں۔ گناہ کی محبت قائم رکھتے ہوئے انسان یہ دعا مانگے کہ میں گناہ سے بچ جاؤں یہ ایک جاہلانہ دعا ہے۔ گناہ کی محبت کو بری نظر سے دیکھے اور اس محبت کے خلاف دعا کرے یعنی اپنے گناہوں کی حرص کو بد دعا دے اور خدا سے یہ چاہے کہ یہ مجھے کیوں اچھا لگ رہا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ مجھے تو اس سے ایسا الگ کر دے کہ مجھے اس سے نفرت ہو جائے

میں اس کا قرب برداشت نہ کر سکوں یہ دعا سب سے مشکل دعا ہے کیونکہ گناہ چاہت کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے۔ اور چاہت کے خلاف دعا ہونی بڑا مشکل کام ہے اسلئے انسان یہ کبھی دعا نہیں مانگتا کہ اے خدا یہ جو مجھے تمنا ہے مجھے فلاں چیز ملے اور یہ ہو اور وہ ہو یہ تمنا اٹھا دے میرے دل سے، اسے مٹا دے یہ بڑا مشکل کام ہے۔ انسان کہتا ہے مجھے تمنا تو ہے مگر تو مجھے معاف کر دے، مجھے تمنا تو ہے مگر میں گناہوں سے بچ جاؤں، بچ نہیں سکتا جب تک وہ تمنا نہ مٹ جائے۔

تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ دعا سکھاتے ہیں "گناہوں کی کثرت وغیرہ کا خیال کر کے دعا سے ہرگز باز نہ رہے۔ دعا تریاق ہے آخر دعاؤں سے دیکھ لے گا کہ گناہ اسے کیسا برا لگنے لگا" پس ہمیں اپنی روزمرہ کی زندگی میں آنکھیں کھول کر یہ جائزہ لینا چاہئے کہ کوئی ایسا گناہ ہے جو کل تک ہمیں پسند تھا آج برا لگنے لگا ہے۔ اور اگر کوئی بھی نہیں تو اپنی تہی دامنی پر انسان واویلا کرے۔ اس نے اپنی عمر بھر کی کوششوں کو گنوا دیا ہے۔ وہ سمجھ رہا ہے کہ ہر رمضان میں خاص طور پر دعائیں کر کے اس نے بخشش طلب کی اور سارے گناہ بخشے گئے مگر جو بخشے گئے وہ دوبارہ کیسے زندہ ہو گئے کیونکہ ان کے لئے دل میں نفرت نہیں پیدا ہوئی۔ جب نفرت نہیں پیدا ہوئی تو ان کی زندگی کا بیج باقی رہا ہے اور وہ اگلے رمضان سے پہلے بلکہ پہلے رمضان کے معا بعد پھر پھوٹ پڑیں گے۔ تو وہ زمیندار جو بیج نہیں مارتا جڑی بوٹیوں کا وہ اپنی فصل کی کبھی بھی حفاظت نہیں کر سکتا اس لئے بیج مارنا خواہشات کے خلاف دعا کرنا ہے۔ دعا یہ کرے کہ اللہ ان کی محبت مٹا دے اور پھر چند دن کے بعد آپ کی آنکھیں اس شعور کے ساتھ کھلیں گی کہ یہ چیز اب مجھے اچھی نہیں لگتی۔ دل ہی نہیں چاہتا اس کو کرنے کو۔ تو جب دل نہیں چاہے گا تو کتنا آسان ہے گناہ کو چھوڑنا پھر تو ایک طبعی تقاضے کے طور پر آپ کا گناہ از خود آپ کو چھوڑ دے گا۔ آپ کو اسے چھوڑنے کا جو مشکل مضمون ہے وہ اتنی آسانی سے حل ہو جائے گا۔ فرماتے ہیں "جو لوگ معاصی میں ڈوب کر دعا کی قبولیت سے مایوس رہتے ہیں اور توبہ کی طرف رجوع نہیں کرتے آخر وہ انبیاء اور ان کی تاثیرات کے منکر ہو جاتے ہیں"۔ (ملفوظات جلد نمبر ۱ صفحہ ۴، ۵)۔

فرمایا گناہوں میں ڈوبے ہوئے اگر آپ لوگ توبہ کی طرف رجوع نہیں کرتے اور دعا کی قبولیت سے مایوس رہتے ہیں تو ایسے لوگ وہ ہیں جو بالآخر انبیاء اور ان کی تاثیرات کے منکر ہو جاتے ہیں۔ یہ کیوں فرمایا کہ "انبیاء کی تاثیرات کے منکر ہو جاتے ہیں" وجہ یہ ہے کہ یہ انبیاء کی دعائیں ہی ہیں جو ماحول اور گردوپیش کو بھی بدیوں سے پاک کرتی ہیں۔ اگر یہ دعائیں نہ ہوں تو از خود اس قوم میں اصلاح کرنے کی صلاحیت تو تھی ہی نہیں، ہوتی تو پہلے خود کیوں نہ اصلاح پذیر ہو چکی ہوتی۔ وہ قومیں جو صدیوں سے بگڑیں اور بگڑتی چلی گئیں یہاں تک کہ ان کی بدیاں پختہ ہو گئیں ان میں بھلا کہاں صلاحیت ہے۔ ان کی تو دعا کی طرف بھی توجہ نہیں تھی۔ ان میں جو انقلاب برپا ہوا ہے یہ انبیاء کی دعاؤں کی تاثیرات کا ثبوت ہے۔ تو ایک شخص اگر اپنی ذات میں بھی دعا کے اثر کا منکر ہو بیٹھے لازم ہے کہ بالآخر وہ نبیوں کی پاکیزگی اور ان کی صلاحیتوں کا بھی انکار کر بیٹھے گا اور انبیاء سے بھی اس کا ایمان اٹھ جائے گا اور یہی ہوتا ہے۔

جو شخص اپنے تعلق میں دعا کے ذریعے نجات پانے کا قائل نہیں رہتا وہ دراصل نجات کا ہی منکر ہو بیٹھتا ہے اور رفتہ رفتہ وہ دور ہٹ جاتا ہے۔ عبادت سے بھی گیا، نیکیوں سے بھی گیا پھر بدیاں اس پر دوبارہ قبضہ کر لیتی ہیں گویا اس کی زندگی رفتہ رفتہ اس کے بدن کو چھوڑ دیتی ہے اور مردار خور جانور یعنی بدیاں اس پر قبضہ کر لیتے ہیں۔ یہ ملفوظات جلد نمبر ۱ صفحہ ۴ اور ۵ سے مضمون لیا گیا ہے۔ اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام توبہ کے تعلق میں بیعت کے مضمون پر روشنی ڈالتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

"یہ توبہ کی حقیقت ہے (جو اوپر بیان ہوئی ہے) اور یہ بیعت کی جز کیوں ہے؟ تو بات یہ ہے کہ انسان غفلت میں پڑا ہوا ہے۔ جب وہ بیعت کرتا ہے اور ایسے ہاتھ پر جسے اللہ تعالیٰ نے وہ تبدیلی بخشی ہے تو جیسے درخت میں پیوند لگانے سے خاصیت بدل جاتی ہے اسی طرح سے اس پیوند سے بھی اس میں وہ فیوض اور انوار آنے لگتے ہیں جو اس تبدیلی یافتہ انسان میں ہوتے ہیں"۔ فرمایا توبہ پرانی زندگی سے یا پرانی بدعادتوں سے قطع تعلقی کا نام ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ وہ جڑیں جو تمہیں خون پہنچا رہی تھیں جو تمہیں بعض طاقتیں بخش رہی تھیں ان سے تم کٹ کر الگ ہو گئے۔ تو پھر تمہارا وجود کیسے زندہ رہے گا۔ کسی اور سے وابستہ ہونا پڑے گا اور اس پانی سے تمہاری نشوونما ہو گی اور یہ مضمون پیوند کا مضمون ہے۔

ایک شاخ ایک جگہ سے کاٹی گئی اور ایک دوسری جگہ منتقل ہوئی اور جب منتقل ہوئی تو اس پودے، جس میں وہ منتقل ہوئی ہے، اس کی کیفیت بدل دی ہے۔ اب اس مضمون کو بعینہ سو فیصدی تو اس جگہ بیان نہیں کیا جا سکتا کہ یہ مثال لفظاً لفظاً پوری کی پوری صادق آئے گی مگر جو صادق آتی ہے وہ حصہ میں آپ کے سامنے کھولتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما رہے ہیں کہ جب ایک شاخ ایک درخت سے کٹ کے کسی ایسے درخت کے اوپر منتقل کی جاتی ہے جس میں وہ خوبیاں نہیں جو اس درخت میں تھیں جس کی شاخ ہے تو بظاہر منتقل ہوا ہے ایک اور وجود لیکن فرمایا کہ تم دراصل وہ ہو جو اپنے آپ کو اس شاخ کے حضور پیش کرتے ہو اور جب تم اپنے آپ کو اس شاخ کے حضور پیش کرتے ہو تو تمہاری تمام طبعی صلاحیتیں اس Bud، جو بھی پھولنے اور پھلنے کا ایک بیج اس کے اندر موجود ہوتا ہے شگوفہ، اس شگوفے میں اپنی تمام صلاحیتیں اس کے سپرد کر دیتے ہو۔ اور پھر جب وہ شگوفہ پھوٹتا ہے تو تمہاری پرانی صلاحیتوں کے ساتھ نہیں پھوٹتا، تمہاری صلاحیت کو اپنا رنگ دے دیتا ہے اور ایک نیا پھل اس میں لگ جاتا ہے۔

تو اس پہلو سے ایک بہت ہی اعلیٰ اور پیاری مثال ہے جو بیعت کی حکمت اور اس کے فلسفے کو روشن فرماتی ہے۔ فرمایا جب مثلاً آنحضرت ﷺ کی صحابہ نے بیعت کی تو کیا مقصد تھا۔ وہ یہ تھا کہ جس ہاتھ پر ہاتھ ہے اب یہ غالب ہاتھ ہماری نشوونما کا موجب بنے گا، ہماری ساری صلاحیتیں اس کے تابع ہو گئیں۔ جب تک اس ہاتھ سے الگ رہ کر ہماری صلاحیتیں نشوونما پا رہی تھیں وہ کڑوے، گندے، کسیلے پھل لا رہی تھیں اب ہم نے اس ہاتھ کے سپرد اپنا ہاتھ کر دیا یعنی ہماری تمام تر صلاحیتیں اس کے تابع ہو گئیں اور اب نشوونما جو چیز پائے گی وہ اس ہاتھ کی صلاحیتیں نشوونما پا گئیں نہ کہ ہمارے ہاتھ کی۔ اسی لئے "**یداللہ فوق ایدیھم**" کا مضمون بیان فرمایا ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ کا ہاتھ جو مومنوں پر تھا وہ گویا ایسا ہاتھ تھا کہ اللہ کا ہاتھ ہو جو ان پر غالب ہے۔ تو اللہ کی صفات غالب آیا کرتی ہیں اور وہی رنگ وہ ہاتھ قبول کر لیتا ہے جو نیچے ہے۔ پس یہ مضمون ہے جو بیعت کا مضمون ہے۔

اس تعلق میں جماعت احمدیہ کو یاد رکھنا چاہئے کہ اصل بیعت وہی ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ کی بیعت ہے اور ہر بیعت کے وقت اسی بیعت کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں بھی وہی بیعت زندہ ہوئی تھی نہ کہ کوئی نئی بیعت۔ پس خلافت بھی اسی رسول کے تابع ہے جس نے آگے پھر مسیح موعود کو پیدا فرمایا۔ اور مسیح موعود نے جو خلافت جاری کی وہ پھر غلامی در غلامی کا دم بھرنے والی خلافت ہے اور اس سے بیعت کر کے اس کے وجود کی اگر کوئی خوبیاں ہوں تو وہ سرایت کریں گی مگر اس میں جو خوبیاں نہیں بھی ہیں مگر چونکہ وہ ایک منصب کی وجہ سے محمدؐ رسول اللہ سے تعلق رکھتا ہے اس لئے آپ کے ذہن میں آنحضرت ﷺ کی خوبیاں رہنی چاہئیں نہ کہ اس وجود کی تاکہ آپ کا دل محمدؐ سے بیعت کر رہا ہو اور یہی مضمون ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کھولا ہے۔

"خلیفہ کی طاعت، محمدؐ سے بیعت" کا جو شعر آپ نے سنا ہوا ہے وہ یہ مضمون ہے اصل میں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھی عارفانہ کلام پر مبنی ہے کہ اطاعت خلیفہ کا وعدہ کیا جا رہا ہے مگر بیعت محمدؐ کی ہے اور وہی بیعت ہے جو سب برکتوں والی ہے۔ اس بیعت کو پیش نظر رکھ کر جب آپ توبہ اور بیعت کے مضمون کو جوڑ کر پڑھتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس عبارت کو از سر نو پڑھتے ہیں جو میں نے آپ کے سامنے پڑھی ہے تو دیکھیں کتنا عظیم الشان ایک زندگی کا سرچشمہ جاری ہو جاتا ہے فرماتے ہیں "تو جیسے کہ درخت میں پیوند لگانے سے خاصیت بدل جاتی ہے اسی طرح سے اس پیوند سے بھی اس میں وہ فیوض اور انوار آنے لگتے ہیں (جو اس تبدیلی یافتہ انسان میں ہوتے ہیں)"۔ یعنی اس موقع پر حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے انوار ہیں جو ہر خلیفہ وقت کی بیعت کے وقت لازماً پیش نظر رہنے چاہئیں۔ ورنہ خلفاء کے معیار بدلتے رہتے ہیں، خلفاء کے حالات بدلتے رہتے ہیں، خلفاء کے حالات بدلتے رہتے ہیں اور ساری امت کی زندگی ان اتفاقات پر قربان نہیں کی جا سکتی۔

پس امت کی زندگی کی ضمانت کسی خلیفہ کی ذاتی صلاحیت نہیں ہے۔ اس خلیفہ کا یہ عہد بیعت ہے جو حضرت محمدؐ رسول اللہ سے وہ کرتا ہے اور حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کے ذریعے اس عہد کو اس نے دہرایا ہے وہ امین بن جاتا ہے۔ اور جو اس کی کمزوریاں ہیں وہ اللہ کے سپرد کرتے ہوئے امانت کا حق محمدؐ رسول اللہ کی سنت کے معاملے میں ادا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ **پس بیعت محمدؐ ہی کی ہے اور کوئی بیعت نہیں ہے۔ اس بیعت کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ آپ کی ساری بدیاں دور ہونگی اور آپ کو وہ توبۃ النصوح کی توفیق ملے گی جو آپ کے**

A.S. BINNING
Import - Export, Textil - Großhandel
Inh.: Avtar Singh Binning
Lager
Frankenstraße 10 - 20097 Hamburg
(S-Bahn Hammerbrook)
Telefon 040 / 236 95 79 + 23 38 39
Fax 040 / 236 95 80 Tel. privat 040 / 299 53 34

سارے گناہ ختم کردے گی اور آپ کی ہر بدی کو حسن میں تبدیل کرنے کا ایک لازوال سلسلہ شروع کردے گی۔

فرماتے ہیں "بیعت رسمی فائدہ نہیں دیتی، ایسی بیعت سے حصہ دار ہونا مشکل ہوتا ہے۔ اسی وقت حصہ دار ہوگا جب اپنے وجود کو ترک کر کے بالکل محبت اور اخلاص کے ساتھ اس کے ساتھ ہو جاوے۔ منافق آنحضرت ﷺ کے ساتھ سچا تعلق نہ ہونے کی وجہ سے آخر بے ایمان رہے"۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذہن میں بھی محمدؐ رسول اللہ کی بیعت ہی ہے چنانچہ مثال بھی آپ ہی کی دی۔ منافق آنحضرت ﷺ کی بیعت تو کر چکے تھے مگر وہ تعلق نہ پیدا ہوا جو نئے شگوفے کے ساتھ ہونا چاہئے جس پر انسان اپنے آئندہ کے درخت وجود کا مطمح نظر بنالیتا ہے۔ اس شگوفے سے جو تاثیریں پھوٹیں وہ پیش نظر ہوں تو تب بیعت قبول ہوتی ہے۔ تو فرمایا منافق اس شگوفے کی صلاحیتوں سے، اس کی صفات سے تو تعلق رکھتے نہیں تھے ہاں ہاتھ بیعت کے لئے ایک اور ہاتھ میں تھمادیا اس سے زیادہ ان کے اندر کوئی تبدیلی پیدا نہ ہوئی۔

فرمایا "اسلئے ظاہری لا الہ الا اللہ ان کے کام نہ آیا۔ تو ان تعلقات کو بڑھانا بڑا ضروری امر ہے۔ اگر ان تعلقات کو وہ طالب نہیں بڑھاتا اور کوشش نہیں کرتا تو اس کا شکوہ اور افسوس بے فائدہ ہے۔ محبت اور اخلاص کا تعلق بڑھانا چاہئے۔ جہاں تک ممکن ہو اس انسان (مرشد) کے ہم رنگ ہو طریقوں میں اور اعتقاد میں۔ نفس لمبی عمر کے وعدے دیتا ہے۔ یہ دھوکہ ہے۔ عمر کا اعتبار نہیں ہے جلدی راستبازی اور عبادت کی طرف جھکنا چاہئے اور صبح سے لے کر شام تک حساب کرنا چاہئے"۔ (ملفوظات جلد اصفحہ ۵)۔ یہ وہی بات ہے جو اس سے پہلے قرآن کریم کی ان آیات کی تفسیر میں بیان کر چکا ہوں جو میں نے پہلے پڑھی تھیں کہ انسان کے متعلق ایک ایسی تنبیہ ہے جو اسے یاد نہ رہے تو اس کا کوئی وقت بھی سچی توبہ کا وقت نہیں ہو سکتا۔ اللہ سریع الحساب ہے۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ جب وہ حساب لے گا تو اچانک تم اپنے عمل کے دور کو ختم ہوتا دیکھو گے۔ ایک یہ معنی بھی ہے یعنی امتحان کب آئے گا، یعنی کب ختم ہوگا۔ اور عمل کا دور کب اختتام پذیر ہوگا اور جزاء کا دور شروع ہوگا اس کا تمہیں کوئی علم نہیں۔ اس لئے اپنا حساب ساتھ ساتھ کرو۔ بنئے کی طرح دن کے ختم ہونے کا انتظار نہ کرو۔ کیونکہ دن کا ختم ہونا تمہارے قبضہ قدرت میں نہیں ہے۔ تمہاری زندگی کسی لمحہ بھی مٹ سکتی ہے اور ہر لمحے اپنا حساب کرو اور دیکھو کہ اگر آج جان جائے تو سریع الحساب کے سامنے تم کیسے پیش ہوگے۔ کیونکہ تمہاری موت کا لمحہ ہی تمہارے حساب کا لمحہ بننا چاہئے۔ اور یہ ایسا عظیم الشان مضمون جو ہمیشہ دن رات، زندگی کے ہر لمحے میں انسان کو اپنے نفس کا محاسب بنا دیتا ہے، انسان اپنے نفس کا محتسب ہو جاتا ہے اور جو شخص اپنے نفس کا محتسب نہ ہو وہ حمقاء کی جنت میں بستا ہے۔ اگر وہ یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ اسے دنیا کے احتساب پر مامور فرمادے گا۔

اپنے نفس کا احتساب اس طرح سیکھیں۔ پل پل، لمحہ لمحہ اپنے محتسب بن جائیں اور پھر اپنے اندر نئے حسن پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ آپ وہ قوم ہونگے خدا کی نظر میں جن کے سپرد دنیا کا حساب کیا جائے گا۔ یہی وہ صفت ہے جو انبیاء کو دوسروں سے ممتاز کرتی ہے۔ اس لئے ساری ان قوموں کا حساب ان کے انبیاء کے سپرد کر دیا گیا ہے جو ان کے مطاع بنائے گئے۔ پس آپ نے تمام بنی نوع انسان کا محتسب بننا ہے تو اس سے پہلے اپنے نفس کا احتساب سیکھیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور مجھے اس کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ وہ سلسلہ ہے ہمیشہ جاری رہنے والی ترقی کا جو کبھی اختتام پذیر نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان لامتناہی ترقیات سے ہمیشہ نوازتا رہے۔

بشکریہ الفضل انٹرنیشنل لندن

STAR
☎ 543105
CHAPPALS
WHOLE SELLERS OF HIGH QUALITY LEATHER &
RUBBER CHAPPALS
105/661, OPP. BLOCK NO-7 FAHIMMABAD COLONY
KANPUR-1- PIN 208001

C.K ALAVI
RABWAH WOOD INDUSTRIES
TIMBER LOGS SAWN SIZE
TEAK POLES & WOOD FURNITURE
MAHDI NAGAR, VANIYAMBALAM - 679339 (KERALA)

پڑوسی ملک نیپال میں ہندو مسلم فسادات

ہندوؤں کی بھیڑ نے ایک درجن مسلمانوں کے گھر جلادئے

یہ پہلا موقع ہے کہ پڑوسی ملک نیپال میں بھی ہندو مسلم فسادات منظر عام پر آئے ہیں حال ہی میں نیپال کی سرحد پر واقع شہر نیپال گنج میں چناؤ کے ایک چھوٹے سے تنازعہ نے طول پکڑ لیا ہے۔ اس تنازعہ کے نتیجہ کے طور پر ہندو اور مسلمانوں کے درمیان ہوئے جھگڑے میں ایک آدمی کی موت ہوگئی۔

سوموار سے ہی شہر میں فوج بلالی گئی ہے بھارت نیپال سرحد کے پاس واقع یہ شہر کاٹھمنڈو سے جنوب مغربی سرے پر ہے۔ یہاں مل رہی خبروں کے مطابق ہندوؤں کی بھیڑ نے ایک درجن مسلمانوں کے گھر جلادیئے۔ دوسری طرف الزام ہے کہ مسلم نوجوانوں نے ہندوؤں کی تقریباً ۵ دکانوں میں لوٹ پاٹ کی۔ ہوم ڈیپارٹمنٹ نے ایک شخص کی موت کی تصدیق کی ہے لیکن ہوم ڈیپارٹمنٹ کا کہنا ہے کہ وہ آدمی چناؤ تنازعہ کی وجہ سے مرا ہے کسی دنگے سے نہیں۔

نیپال گنج ایک مسلم اکثریتی شہر ہے۔ اس حلقہ میں اقلیتی ہندو پچھلے سال بال ٹھاکرے کے دورہ کے بعد فرقہ پرست ہوگئے ہیں۔

اس دورہ کے دوران شوسینا کے نیپال یونٹ کا قیام عمل میں لایا گیا۔ یہ یونٹ تب سے انتہاپسندانہ قومیت کی تائید کر رہا ہے۔ (ہند سماچار جالندھر ۹۷۔۵۔۲۳)

ترکی میں دینی مدارس بند کرنے کا حکم

انقرہ (ترکی) ۲۳ مارچ۔ فوج کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے ترکی کی حکومت نے غیر قانونی اسلامی مدارس بند کرنے شروع کر دیئے ہیں۔ فوج کو ملک میں اسلامی تحریکوں کی طرف سے تشویش ہے۔ راجدھانی میں تین اسلامی مدارس کل بند کر دیئے گئے۔ اخبار ملت نے گورنر اروفان ساہنگلو کے حوالہ سے کہا ہے کہ اس طرح کے اسکولوں کو ان کا سراغ ملتے ہی بند کر دیا جائے گا۔

گزشتہ ماہ قومی سلامتی کونسل نے حکومت کو ہدایت کی تھی کہ وہ شدت پسند اسلامی تحریکوں کا سدباب کرے مذہبی امور کی سرکاری ڈائیکٹریٹ ملک میں تقریباً ۶۵۰۰ اسلامی کورس چلاتی ہے لیکن یہ نہیں معلوم کہ کتنے مدرسے غیر قانونی طور پر چلائے جارہے ہیں۔

قومی سلامتی کونسل نے حکومت کو یہ بھی ہدایت کی تھی کہ کچھ مذہبی اسکول بند کر دیئے جائیں۔ شدت پسندانہ اسلامی مواد کی اشاعت اور نشریات پر پابندی عائد کی جائے اور سرکاری دفتروں اور یونیورسٹیوں میں اسلامی انداز میں سر ڈھکنے کی ممانعت ہو۔ ترکی میں اکثریت مسلمانوں کی ہے۔

لیکن وہ سیکولر ملک ہے۔ گزشتہ جولائی میں برسر اقتدار آنے کے بعد مخلوط حکومت نے جس میں وزیر اعظم نجم الدین اربکان کی اسلامی ویلفئر پارٹی ایک حصہ دار ہے۔ حکومت نے ملک کو اسلامی رنگ دینے کی کئی تجاویز سامنے رکھی تھیں جن سے سیکولر ذہن کے لوگ فکر مند ہوگئے تھے۔ (روزنامہ آزاد ہند کلکتہ ۲۴/ مارچ ۹۷)

پاکستان میں خودکشی اور لڑکیوں پر جنسی تشدد کے رجحان میں خطرناک اضافہ

اس برس کی پہلی سہ ماہی میں اغوا کے ۱۹۱ قتل کے ۶۷

اور لڑکیوں کی عصمت دری کے ۱۱۶ واقعات ہوئے

اخبار نوائے وقت کے مطابق ڈیفنس فار چلڈرن انٹرنیشنل ۱۹۹۷ کی پہلی سہ ماہی رپورٹ میں پاکستان میں اغوا برائے تاوان کم عمر بچوں پر جنسی تشدد اور بڑھتے ہوئے خودکشی کے رجحان سے تعلق ہولناک اعداد و شمار جاری کئے ہیں۔ اس رپورٹ میں ان بڑھتے ہوئے جرائم کی وجہ مہنگائی بے روزگاری تعلیم کی کمی اور صحت کی سہولتوں کے فقدان کو قرار دیا گیا ہے۔

رپورٹ میں پاکستان میں کام کرنے والی ان نام نہاد این جی اوز کی کارکردگی پر تشویش کا اظہار کیا گیا ہے۔ جو ان کاموں کیلئے بے شمار فنڈز حاصل کرنے کے باوجود ان معاملات پر حیران کن طور پر خاموش ہیں۔ اس تنظیم کے جاری کردہ اعداد و شمار کے مطابق یکم جنوری ۹۷ سے تیس مارچ ۹۷ تک پاکستان میں اغوا اور پراسرار گمشدگی کے ایک سو اکانوے ۱۹۱ واقعات رپورٹ ہوئے۔ جبکہ ٹریفک کے حادثات میں ۷۰ افراد ہلاک ہوئے اسی طرح معصوم بچیوں پر جنسی تشدد کی ۲۱ وارداتیں اور قتل کے ۶۷ واقعات بنائے گئے ہیں جبکہ بارہ سال سے زائد عمر کی لڑکیوں پر جنسی تشدد کے ایک سو سولہ واقعات رپورٹ ہوئے اس دوران صحافیوں اساتذہ اور ڈاکٹروں جیسے معزز پیشوں سے تعلق رکھنے والے افراد سمیت ۹۳ افراد نے خودکشی کی ہے ان اعداد و شمار میں جیلوں اور ہسپتالوں میں ہونے والے واقعات شامل نہیں ہیں جبکہ ایسے واقعات کی بڑی تعداد پولیس کے پاس رپورٹ ہی نہیں ہوئی اور ان واقعات کو علاقائی سطح پر یا خاندانی دباؤ کے تحت دبا دیا گیا۔

روایتی زیورات
جدید فیشن
کے ساتھ
شریف جیولرز
پروپرائیٹر حنیف احمد کامران۔ حاجی شریف احمد
اقصیٰ روڈ۔ ربوہ۔ پاکستان۔ ☎ 649-04524

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی

اپنے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت کی چند جھلکیاں

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے رضی اللہ عنہ

(۱)

محبت الٰہی کے بعد دوسرے نمبر پر عشق رسولؐ کا سوال آتا ہے سو اس میدان میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مقام عدیم المثال تھا۔ آپؑ اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں کہ :۔

بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم[1]

"یعنی میں خدا کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں مخمور ہوں۔ اگر میرا یہ عشق کسی کی نظر میں کفر ہے تو خدا کی قسم میں ایک سخت کافر انسان ہوں"۔

(۲)

یہ خاکسار حضرت مسیح موعودؑ کے گھر میں پیدا ہوا اور یہ خدا کی ایک عظیم الشان نعمت ہے جس کے شکریہ کیلئے میری زبان میں طاقت نہیں بلکہ حق یہ ہے کہ میرے دل میں اس شکریہ کے تصور تک کی گنجائش نہیں مگر میں نے ایک دن مر کر خدا کو جان دینی ہے۔ میں اُسی آسمانی آقا کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ میرے دیکھنے میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پر بلکہ محض نام لینے پر ہی حضرت مسیح موعودؑ کی آنکھوں میں آنسوؤں کی جھلی نہ آگئی ہو۔ آپؑ کے دل و دماغ بلکہ سارے جسم کا رُواں رُواں اپنے آقا حضرت سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق سے معمور تھا۔

(۳)

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ اپنے مکان کے ساتھ والی چھوٹی مسجد میں جو مسجد مبارک کہلاتی ہے اکیلے ٹہل رہے تھے اور آہستہ آہستہ کچھ گنگناتے جاتے تھے اور اس کے ساتھ ہی آپؑ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی تار بہتی چلی جارہی تھی۔ اس وقت ایک مخلص دوست نے باہر سے آکر سنا تو آپؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت حسانؓ بن ثابت کا ایک شعر پڑھ رہے تھے جو حضرت حسانؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر کہا تھا۔ وہ شعر یہ ہے :

كُنت السَّو ادلناظری فعمی علیك الناظر
من شآء بعدك فلیمت فعلیك كنت احاذر[2]

"یعنی اے خدا کے پیارے رسول! تو میری آنکھ کی پتلی تھا جو آج تیری وفات کی وجہ سے اندھی ہو گئی ہے اب تیرے بعد جو چاہے مرے مجھے تو صرف تیری موت کا ڈر تھا جو واقع ہو گئی"۔

راوی کا بیان ہے کہ جب میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس طرح روتے ہوئے دیکھا اور اس وقت آپ مسجد میں بالکل اکیلے ٹہل رہے تھے تو میں نے گھبرا کر عرض کیا کہ حضرت! یہ کیا معاملہ ہے اور حضور کو کون سا صدمہ پہنچا ہے؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا میں اس وقت حسانؓ بن ثابت کا یہ شعر پڑھ رہا تھا اور میرے دل میں یہ آرزو پیدا ہو رہی تھی کہ

[1] ازالہ اوہام
[2] دیوان حسان بن ثابت

"کاش یہ شعر میری زبان سے نکلتا"۔

دنیا جانتی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر سخت سے سخت زمانے آئے۔ ہر قسم کی تنگی دیکھی۔ طرح طرح کی مصائب برداشت کئے حوادث کی آندھیاں سر سے گذریں۔ مخالفوں کی طرف سے انتہائی تلخیوں اور ایذاؤں کا مزا چکھا۔ حتیٰ کہ قتل کے سازشی مقدمات میں سے بھی گزرنا پڑا۔ بچوں اور عزیزوں اور دوستوں اور اپنے فدائیوں کی موت کے نظارے بھی دیکھے مگر کبھی آپؑ کی آنکھوں نے آپ کے قلبی جذبات کی غمازی نہیں کی۔ لیکن علیحدگی میں اپنے آقا رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے متعلق (اور وفات بھی وہ جس پر تیرہ سو سال گذر چکے تھے) یہ محبت کا شعر یاد کرتے ہوئے آپ کی آنکھیں سیلاب کی طرح بہہ نکلیں۔ اور آپ کی یہ قلبی حسرت چھلک کر باہر آگئی کہ "کاش یہ شعر میری زبان سے نکلتا! اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ حضرت حسانؓ کا یہ شعر محبت رسولؐ کے اظہار میں ہر دوسرے کلام پر فائق ہے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے دل میں عشق رسولؐ کے کمال کی وجہ سے ہر غیر معمولی اظہار محبت کے موقعہ پر یہ خواہش پیدا ہوتی تھی کہ کاش یہ الفاظ بھی میری ہی زبان سے نکلتے۔

(۴)

قادیان میں ایک صاحب محمد عبد اللہ ہوتے تھے جنہیں لوگ پروفیسر کہہ کر پکارتے تھے۔ وہ زیادہ پڑھے لکھے نہیں تھے لیکن بہت مخلص تھے اور چھوٹی عمر کے بچوں کو مختلف قسم کے نظاروں کی تصویریں دکھا کر اپنا پیٹ پالا کرتے تھے۔ مگر جوش اور غصے میں بعض اوقات اپنا توازن کھو بیٹھتے تھے ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس میں کسی نے بیان کیا کہ فلاں مخالف نے حضور کے متعلق فلاں جگہ بڑی سخت زبانی سے کام لیا ہے اور حضور کو گالیاں دی ہیں۔ پروفیسر صاحب طیش میں آکر بولے کہ اگر میں ہوتا تو اس کا سر پھوڑ دیتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بے ساختہ فرمایا نہیں نہیں ایسا نہیں چاہئے۔ ہماری تعلیم صبر اور نرمی کی ہے"۔ پروفیسر صاحب اس وقت غصے میں آپے سے باہر ہو رہے تھے جوش کے ساتھ بولے واہ صاحب واہ! یہ کیا بات ہے آپ کے پیر (یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) کو کوئی شخص برا بھلا کہے تو آپ فوراً مباہلہ کے ذریعہ اسے جہنم تک پہنچانے کو تیار ہو جاتے ہیں مگر ہمیں یہ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص آپ کو ہمارے سامنے گالی دے تو ہم صبر کریں!! پروفیسر صاحب کی یہ غلطی تھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بڑھ کر کس نے صبر کیا ہے اور کس نے کرنا ہے مگر اس چھوٹے سے واقعہ میں عشق رسولؐ اور غیرت ناموس رسول کی وہ جھلک نظر آتی ہے جس کی مثال کم ملے گی۔

(۵)

پنڈت لیکھرام کو کون نہیں جانتا۔ وہ آریہ سماج کے بہت بڑے مذہبی لیڈر تھے اور اس کے ساتھ ہی اسلام کے بدترین دشمن بھی تھے جن کی زبان اسلام اور مقدس بانیٔ اسلام کی مخالفت میں قینچی کی طرح چلتی اور چھری کی طرح کاٹتی تھی۔ انہوں نے ساری عمر حضرت مسیح موعودؑ کے مقابل پر کھڑے ہو کر اسلام اور مقدس بانیٔ اسلام پر گندے سے گندے اعتراض کئے اور ہر دفعہ حضرت مسیح موعودؑ نے ان کو ایسے دندان شکن جواب دئے کہ کوئی کیا دے گا۔ مگر یہ صاحب رکنے والے نہیں تھے۔

آخر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور پنڈت لیکھرام کا یہ مقابلہ حضرت مسیح موعودؑ کے ایک مباہلہ پر ختم ہوا۔ جس کے نتیجہ میں پنڈت جی حضرت مسیح موعودؑ کی دن دونی رات چوگنی ترقی دیکھتے ہوئے اور ہزاروں حسرتیں اپنے سینہ میں لئے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ انہی پنڈت لیکھرام کا یہ واقعہ ہے کہ ایک دفعہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کسی سفر میں ایک اسٹیشن پر گاڑی کا انتظار کر رہے تھے کہ پنڈت لیکھرام کا بھی ادھر گزر ہو گیا۔ اور یہ معلوم کر کے کہ حضرت مسیح موعودؑ اس جگہ تشریف لائے ہوئے ہیں پنڈت جی دنیا داروں کے رنگ میں اپنے دل کے اندر آگ کا شعلہ دبائے ہوئے آپؑ کے سامنے آئے آپؑ اس وقت نماز کی تیاری میں وضو فرما رہے تھے۔ پنڈت لیکھرام نے آپؑ کے سامنے آکر ہندوانہ طریق پر سلام کیا۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ گویا کہ دیکھا ہی نہیں۔ اس پر پنڈت جی نے دوسرے رُخ سے ہو کر پھر دوسری دفعہ سلام کیا اور حضرت مسیح موعود پھر خاموش رہے۔ جب پنڈت جی مایوس ہو کر لوٹ گئے تو کسی نے یہ خیال کر کے کہ شاید حضرت مسیح موعودؑ نے پنڈت لیکھرام کا سلام نہیں سنا ہو گا حضورؑ سے عرض کیا کہ پنڈت لیکھرام آئے تھے اور سلام کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بڑی غیرت کے ساتھ فرمایا کہ :۔

ہمارے آقا کو تو گالیاں دیتا ہے اور ہمیں سلام کرتا ہے[1]!!!

یہ اس شخص کا کلام ہے جو ہر طبقہ کے لوگوں کیلئے مجسم رحمت تھا۔ ہندوؤں میں اس کے روز کے ملنے والے دوست تھے اور سکھوں میں اس کے دوست تھے۔ اور عیسائیوں میں اس کے دوست تھے اور اس نے ہر قوم کے ساتھ انتہائی شفقت اور انتہائی ہمدردی کا سلوک کیا۔ مگر جب اس کے آقا اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے غیرت کا سوال آیا تو اس سے بڑھ کر ننگی تلوار دنیا میں کوئی نہیں تھی۔

(۶)

اسی قسم کا ایک واقعہ لاہور کے جلسہ وچھووالی کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ آریہ صاحبان نے لاہور میں ایک جلسہ منعقد کیا اور اس میں شرکت کرنے کیلئے ہر مذہب و ملت کو دعوت دی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بھی باصرار درخواست کی کہ آپ بھی اس بین

[1] سیرۃ المہدی و سیرۃ مسیح موعودؑ مصنفہ عرفانی صاحب۔

الاقوامی جلسہ کیلئے کوئی مضمون تحریر فرمائیں اور وعدہ کیا کہ جلسہ میں کوئی بات خلاف تہذیب اور کسی مذہب کی دلآزاری کا رنگ رکھنے والی نہیں ہوگی۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ایک ممتاز حواری حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ کو جو بعد میں جماعت احمدیہ کے خلیفہ اول ہوئے بہت سے احمدیوں کے ساتھ لاہور روانہ کیا۔ اور ان کے ہاتھ ایک مضمون لکھ کر بھیجا جس میں اسلام کے محاسن بڑی خوبی کے ساتھ اور بڑے دلکش رنگ میں بیان کئے گئے تھے۔ مگر جب آریہ صاحبان کی طرف سے مضمون پڑھنے والے کی باری آئی تو اس بندۂ خدا نے اپنی قوم کے وعدوں کو بالائے طاق رکھ کر اپنے مضمون میں رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف اتنا زہر اگلا اور ایسا گند اچھالا کہ خدا کی پناہ۔ جب اس جلسہ کی اطلاع حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو پہنچی اور جلسہ میں شرکت کرنے والے احباب قادیان واپس آئے تو آپؑ حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ اور دوسرے احمدیوں پر سخت ناراض ہوئے۔ اور بار بار جوش کے ساتھ فرمایا کہ جس مجلس میں ہمارے رسول اللہؐ کو برا بھلا کہا گیا اور گالیاں دی گئیں تم اس مجلس میں کیوں بیٹھے رہے؟ اور کیوں نہ فوراً اٹھ کر باہر چلے آئے؟ تمہاری غیرت نے کس طرح برداشت کیا کہ تمہارے آقا کو گالیاں دی گئیں اور تم خاموش بیٹھے سنتے رہے؟ اور پھر آپؑ نے بڑے جوش کے ساتھ یہ قرآنی آیت پڑھی کہ :۔

اذا سمعتم ایٰت اللہ یکفرُبها و یستهزء بها فلا تقعد وامعهم حتیٰ یخوضوا فی حدیث غیره[1]

"یعنی اے مومنو! جب تم سنو کہ خدا کی آیات کا دل آزار رنگ میں کفر کیا جاتا اور ان پر ہنسی اڑائی جاتی ہے تو تم ایسی مجلس سے فوراً اٹھ جایا کرو تاوقتیکہ یہ لوگ کسی مہذبانہ انداز گفتگو کو اختیار کریں"

اس مجلس میں حضرت مولوی نور الدین صاحب (خلیفہ اول) بھی موجود تھے اور وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان الفاظ پر ندامت کے ساتھ سر نیچے ڈالے بیٹھے رہے بلکہ حضرت مسیح موعودؑ کے اس غیورانہ کلام سے ساری مجلس ہی شرم و ندامت سے کٹی جارہی تھی[2]

(۷)

خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم کو جماعت کے سب یا کم از کم اکثر دوست جانتے ہیں کہ وہ ہماری بڑی والدہ صاحبہ کے بطن سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سب سے بڑے لڑکے تھے جو ڈپٹی کمشنر کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے اور دنیا کا بڑا وسیع تجربہ رکھتے تھے۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی بھر حضورؑ کی بیعت میں داخل نہیں ہوئے بلکہ حضورؑ سے علیحدہ ہی رہے۔ اور حضورؑ کے خاندانی مخالفوں سے اپنا تعلق قائم رکھا۔ گو بعد میں انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے زمانہ میں بیعت کر لی اور اس طرح آپ نے ہم تین بھائیوں کو چار کر دیا۔ بہر حال خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب کے غیر احمدی ہونے کے زمانہ کی بات ہے کہ ایک دفعہ مجھے خیال آیا کہ ان سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ابتدائی زمانہ کے اخلاق و عادات کے متعلق کچھ دریافت کروں۔ چنانچہ میرے پوچھنے پر انہوں نے فرمایا کہ :۔

"ایک بات میں نے والد صاحب (یعنی حضرت

[1] سورۂ نساء۔
[2] سیرۃ المہدی حصہ اول

مسیح موعودؑ) میں خاص طور پر دیکھی ہے۔ وہ یہ کہ آنحضرت ﷺ کے خلاف والد صاحب ذرا سی بات بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ اگر کوئی شخص آنحضرتؐ کی شان کے خلاف ذرا سی بات بھی کہتا تھا تو والد صاحب کا چہرہ سرخ ہو جاتا تھا اور غصے سے آنکھیں متغیر ہونے لگتی تھیں۔ اور فوراً ایسی مجلس سے اٹھ کر چلے جاتے تھے۔ آنحضرت ﷺ سے تو والد صاحب کو عشق تھا۔ ایسا عشق میں نے کسی شخص میں نہیں دیکھا۔ اور مرزا سلطان احمد صاحب نے اس بات کو بار بار دہرایا [1]"۔

یہ اس شخص کی شہادت ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت میں شامل نہیں تھا۔ جس نے حضرت مسیح موعودؑ کو اپنی جوانی سے لیکر حضور کی وفات تک دیکھا جس نے اسی سال کی عمر میں وفات پائی جس کے تعلقات کا دائرہ اپنی معزز ملازمت اور اپنے ادبی کارناموں کی وجہ سے نہایت وسیع تھا اور جو اپنے سوشل تعلقات میں بالکل صحیح طور پر کہہ سکتا تھا کہ :۔

جفت خوش حالاں وبد حالاں شدم

"یعنی مجھے دنیا میں ہر قسم کے انسانوں سے واسطہ پڑا ہے"۔

مگر حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں غیر احمدی ہونے کے باوجود اس کے عمر بھر کے مشاہدہ کا نچوڑ اس کے سوا کچھ نہیں تھا کہ :۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ والد صاحب کو عشق تھا۔ ایسا عشق میں نے کسی شخص میں نہیں دیکھا"۔

(۸)

ایک دفعہ بالکل گھریلو ماحول کی بات ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی طبیعت کچھ ناساز تھی اور آپؑ گھر میں چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے اور حضرت اماں جان نور اللہ مرقدہا اور ہمارے نانا جان یعنی حضرت میر ناصر نواب صاحب مرحوم بھی پاس بیٹھے تھے کہ حج کا ذکر شروع ہو گیا۔ حضرت نانا جان نے کوئی ایسی بات کہی کہ اب تو حج کے لئے سفر اور رستے وغیرہ کی سہولت پیدا ہو رہی ہے حج کو چلنا چاہئے۔ اس وقت زیارت حرمین شریفین کے تصور میں حضرت مسیح موعودؑ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں اور آپؑ اپنے ہاتھ کی انگلی سے اپنے آنسو پونچھتے جاتے تھے حضرت نانا جان کی بات سن کر فرمایا۔

"یہ تو ٹھیک ہے اور ہماری بھی دلی خواہش ہے مگر میں سوچا کرتا ہوں کہ کیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار کو دیکھ بھی سکوں گا [2]؟"

یہ ایک خالصۃً گھریلو ماحول کی بظاہر چھوٹی سی بات ہے لیکن اگر غور کیا جائے تو اس میں اس اتھاہ سمندر کی طغیانی لہریں کھیلتی ہوئی نظر آتی ہیں جو عشق رسول کے متعلق حضرت مسیح موعود کے قلب صافی میں موجزن تھیں۔ حج کی کس سچے مسلمان کو خواہش نہیں۔ مگر ذرا اس شخص کی بے پایاں محبت کا اندازہ لگاؤ جس کی روح حج کے تصور میں پروانہ وار رسول پاکؐ (فداہ نفسی) کے مزار پر پہنچ جاتی ہے۔ اور وہاں اس کی آنکھیں اس نظارہ کی تاب نہ لاکر بند ہونی شروع ہو جاتی ہیں۔

(۹)

رسول پاک ﷺ کے ساتھ اسی عشق کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آپؐ کی آل واولاد اور

[1] سیرۃ المہدی حصہ اول
[2] روایات نواب مبارکہ بیگم صاحبہ

آپؐ کے صحابہ کے ساتھ بھی بے پناہ محبت تھی۔

چنانچہ ایک دفعہ جب محرم کا مہینہ تھا اور حضرت مسیح موعودؑ اپنے باغ میں ایک چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے آپؑ نے ہماری ہمشیرہ مبارکہ بیگم سلمہا اور ہمارے بھائی مبارک احمد مرحوم کو جو سب بہن بھائیوں میں چھوٹے تھے اپنے پاس بلایا اور فرمایا آؤ میں تمہیں محرم کی کہانی سناؤں۔ پھر آپ نے بڑے دردناک انداز میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واقعات سنائے۔ آپؑ یہ واقعات سناتے جاتے تھے اور آپؑ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور آپؑ اپنی انگلیوں کے پوروں سے اپنے آنسو پونچھتے جاتے تھے۔ اس دردناک کہانی کو ختم کرنے کے بعد آپؑ نے بڑے کرب کے ساتھ فرمایا :۔

"یزید پلید نے یہ ظلم ہمارے نبی کریم کے نواسے پر کروایا۔ مگر خدا نے بھی ان ظالموں کو بہت جلد اپنے عذاب میں پکڑ لیا"۔

اس وقت آپؑ پر عجیب کیفیت طاری تھی اور اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر گوشہ کی المناک شہادت کے تصور سے آپؑ کا دل بہت بے چین ہو رہا تھا اور یہ سب کچھ رسول پاکؐ کے عشق کی وجہ سے تھا [1] چنانچہ اپنی ایک نظم میں آنحضرت ﷺ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں :۔

تیرے منہ کی ہی قسم میرے پیارے احمد
تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہم نے
تیری الفت سے ہے معمور مرا ہر ذرہ
اپنے سینہ میں یہ اک شہر بسایا ہم نے [2]

(۱۰)

یہ اسی عشق کا نتیجہ تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہر وہ منظوم اور منثور کلام جو آپؐ نے آنحضرت ﷺ کی شان میں رقم فرمایا۔ ایسے شہد کے چھتے کا رنگ اختیار کر گیا تھا جس میں سے شہد کی کثرت کی وجہ سے عسل مصفّٰی کے قطرے گرنے شروع ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں اور کس محبانہ انداز میں فرماتے ہیں :۔

عجب نوریست درجان محمدؐ
عجب لعلیست درکان محمدؐ
اگر خواہی دلیلے عاشقش باش
محمد ہست برہان محمدؐ
دریں رہ گر کشندم دربسوزند
نتابم روز ایوان محمدؐ
تو جان ما منور کردی از عشق
فدایت جانم اے جان محمدؐ [3]

"یعنی محمد ﷺ کے وجود میں خدا نے عجیب نور ودیعت کر رکھا ہے اور آپؐ کی مقدس کان عجیب و غریب جواہرات سے بھری پڑی ہے۔ سو اگر اے منکرو تم محمدؐ کی صداقت کی دلیل چاہتے ہو تو دلیلیں تو بے شمار ہیں مگر مختصر رستہ یہ ہے کہ اسکے عاشقوں میں داخل ہو جاؤ کیونکہ محمد کا وجود اس کی صداقت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ واللہ اگر آپؐ کے رستہ میں مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے اور میرے ذرہ ذرہ کو جلا کر خاک بنا دیا جائے تو پھر بھی میں آپؐ کے دروازے سے کبھی منہ نہیں موڑوں گا۔ سوائے محمد کی جان! تجھ پر میری جان قربان۔ تو نے میرے روئیں روئیں کو اپنے عشق سے منور کر رکھا ہے"۔

[1] روایات نواب مبارکہ بیگم صاحبہ
[2] آئینہ کمالات اسلام
[3] آئینہ کمالاتِ اسلام

(۱۱)

اسی طرح اپنی ایک عربی نظم میں آنحضرت ﷺ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں :۔

أُنظر الی برحمة وتحنن
یاسیدی انا احقر الغلمان
یاحب انك قد دخلت محبة
فی مهجتی ومدار کی وجنان
من ذکر وجهك یا حدیقة بهجتی
لم اخل فی لحظ ولا فی ان
جسمی یطیر الیك من شوق علا
یالیت کانت قوة الطیران [1]

"یعنی اے میرے آقا! میری طرف رحمت اور شفقت کی نظر رکھ میں تیرا ایک ادنیٰ غلام ہوں اے میرے محبوب تیری محبت میرے رگ وریشہ میں اور میرے دل و دماغ میں رچ چکی ہے۔ اے میری خوشیوں کے باغیچے! میں ایک لمحہ اور ایک آن بھی تیری یاد سے خالی نہیں رہتا۔ میری روح تو تیری ہو چکی ہے مگر میرا جسم بھی تیری طرف پرواز کرنے کی تڑپ رکھتا ہے اے کاش مجھ میں اڑنے کی طاقت ہوتی۔"

ان اشعار میں جس محبت اور جس عشق اور جس تڑپ اور جس فدائیت کا جذبہ جھلک رہا بلکہ چھلک رہا ہے وہ کسی تبصرہ کا محتاج نہیں۔ کاش ہمارے احمدی نوجوان اس محبت کی چنگاری سے اپنے دلوں کو گرمانے کی کوشش کریں اور کاش ہمارے غیر احمدی بھائی بھی اس عظیم الشان انسان کی قدر پہچانیں جس کے متعلق ہم سب کے آقا اور سردار حضرت خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ہے کہ :۔

یدفن معی فی قبری [2]

"یعنی آنے والے مسیح کو میری روح کے ساتھ ایسی گہری مناسبت اور ایسا شدید لگاؤ ہو گا کہ اس کی روح وفات کے بعد میری روح کے ساتھ رکھی جائے گی۔"

(۱۲)

عشق کا لازمی نتیجہ قربانی اور فدائیت اور غیرت کی صورت میں ظاہر ہوا کرتا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں یہ جذبہ بدرجہ اتم موجود تھا۔ ایک جگہ عیسائی پادریوں کے ان جھوٹے اور ناپاک اعتراضوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں جو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات پر کیا کرتے ہیں کہ :۔

"عیسائی مشنریوں نے ہمارے رسول اللہ ﷺ کے خلاف بے شمار بہتان گھڑے ہیں اور اپنے اس دجل کے ذریعہ ایک خلق کثیر کو گمراہ کر کے رکھ دیا ہے۔ میرے دل کو کسی چیز نے کبھی اتنا دکھ نہیں پہنچایا جتنا کہ ان لوگوں کے اس ہنسی ٹھٹھا نے پہنچایا ہے جو وہ ہمارے رسول پاک کی شان میں کرتے رہتے ہیں ان کے دل آزار طعن و تشنیع نے جو وہ حضرت خیر البشرؐ کی ذات والا صفات کے خلاف کرتے ہیں میرے دل کو سخت زخمی کر رکھا ہے خدا کی قسم اگر میری ساری اولاد اور اولاد کی اولاد اور میرے سارے دوست اور میرے سارے معاون و مددگار میری آنکھوں کے سامنے قتل کر دئے جائیں اور خود میرے اپنے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دئے جائیں اور میری آنکھ کی پتلی نکال پھینکی جائے اور میں اپنی تمام مرادوں سے محروم کر دیا جاؤں اور اپنی تمام خوشیوں اور تمام آسائشوں کو کھو بیٹھوں تو ان ساری باتوں کے مقابل پر بھی میرے لئے یہ صدمہ زیادہ بھاری ہے کہ رسول اکرم ﷺ پر ایسے ناپاک حملے کئے جائیں۔ پس اے میرے آسمانی آقا! تو ہم پر اپنی رحمت اور نصرت کی نظر فرما اور ہمیں اس ابتلاء عظیم سے نجات بخش [3]"

[1] آئینہ کمالات اسلام
[2] کتاب الوفاء لابن الجوزی و مشکوٰۃ ورجج الکرامہ

(۱۳)

کیا اس زمانہ میں اس غیرت اور اس فدائیت کی کوئی مثال پیش کی جاسکتی ہے؟ اور یہ صرف منہ کا دعویٰ نہیں تھا بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ساری زندگی اور زندگی کا ہر چھوٹا اور بڑا واقعہ اس عظیم الشان فدائیت پر عملی گواہ تھا جسے آپؑ کے مخالف بھی شدید مخالفت کے باوجود قبول کرنے کیلئے مجبور تھے۔ چنانچہ آپؑ کی وفات پر جو تعزیتی مقالہ امرتسر کے غیر احمدی اخبار "وکیل" نے لکھا۔ اس میں مقالہ نگار لکھتا ہے :۔

"مرزا صاحب کی رحلت نے ان کے بعض معتقدات سے شدید اختلاف کے باوجود ہمیشہ کی مفارقت پر مسلمانوں کو ہاں روشن خیال مسلمانوں کو محسوس کرا دیا ہے کہ ان کا ایک بڑا شخص ان سے جدا ہو گیا ہے اور اس کے ساتھ ہی مخالفین اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی اس شاندار مدافعت کا بھی جو اس کی ذات کے ساتھ وابستہ تھی خاتمہ ہو گیا ------ مرزا صاحب کے لٹریچر کی قدر و عظمت آج جب کہ وہ اپنا کام پورا کر چکا ہے ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے اس مدافعت نے نہ صرف عیسائیت کے اس ابتدائی اثر کے پرخچے اڑا دئے۔ جو سلطنت کے سایہ میں ہونے کی وجہ سے حقیقت میں اس کی جان تھا۔ بلکہ خود عیسائیت کا طلسم دھواں ہو کر اڑنے لگا ---- اس کے علاوہ آریہ سماج کی زہریلی کچلیاں توڑنے میں بھی مرزا صاحب نے اسلام کی خاص خدمت سرانجام دی ہے ---- آئندہ ہماری مدافعت کا سلسلہ خواہ کسی درجہ تک وسیع ہو جائے ناممکن ہے کہ مرزا صاحب کی یہ تحریریں نظر انداز کی جاسکیں [2]"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ بے مثال قلمی جہاد جو آپؑ نے اسلام کی صداقت اور قرآن کی عظمت ظاہر کرنے کیلئے عمر بھر کیا وہ بے شک بظاہر علمی نوعیت کا تھا اور بادی النظر میں اسے آنحضرت ﷺ کے عشق کے پہلو سے براہ راست کوئی تعلق نہیں۔ مگر غور کیا جائے تو اسلام کو رسول پاکؐ سے اور رسول پاک کو اسلام سے کسی طرح جدا نہیں کیا جاسکتا۔ پس دراصل یہ ساری خدمت آنحضرت ﷺ کے عشق اور آپؐ کے لائے ہوئے دین کے ساتھ والہانہ محبت ہی کا کرشمہ تھی۔

(۱۴)

یہی وجہ ہے کہ اپنی ان عدیم المثال خدمات کے باوجود جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام آنحضرت

[1] ترجمہ عربی عبارت آئینہ کمالات اسلام
اصل عربی عبارت یہ ہے۔

فحتو اللرسول الکریم بهتانات واضلو انخلقا کثیراً بتلك الافتراء وما اذی قلبی شیء کاستهزائهم فی شان المصطفیٰ وجرحهم فی عرض خیر الوری والله لو قتلت جمیع صبیانی واولاوی احفادی باعیننی وقطعت ایدی وارجلی واخرجت الحدقة من عینی وابعدت من کل مرادی واونی ماکان علی اشق من ذلك رب انظرالینا والیماابتلینا (آئینہ کمالات اسلام) (باقی صفحہ ۱۵ پر)

[2] (اخبار وکیل امرتسر جون ۱۹۰۸)

آزادیٔ ضمیر اور مذہبی رواداری

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بے نظیر تعلیم کے آئینہ میں

تقریر محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ قادیان بر موقع جلسہ سالانہ ۱۹۹۶

سیّد ولد آدم حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کوئی معمولی حیثیت کی نہ تھی۔ حرمِ خداوندی کے سایہ میں پلنے والا یہ مبارک وجود ابوالانبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے خاندان اور نسل سے تھا۔ اپنے بلند ترین اخلاق کے باعث خدا اور اس کی مخلوق کی نظر میں معزز ترین، محبوب ترین اور مقبول ترین شخصیت کا مالک تھا۔ خدائے عزّوجل نے نہایت پُر شوکت الفاظ میں اعلان کیا کہ انک لعلی خلق عظیم کہ تو مکارم اخلاق کے بلند ترین مقام پر فائز ہے۔ رازدار بیوی حضرت خدیجہؓ نے تصدیق کی کہ تو وہ شخص ہے جو صلہ رحمی اور مہمان نوازی کرتا ہے اور جو نایاب اخلاق ہیں وہ تجھ میں پائے جاتے ہیں۔ امّ المومنین حضرت عائشہؓ نے شہادت دی کہ کان خلقہ القرآن قرآن حکیم میں جو مکارم اخلاق بیان ہوئے ہیں آپ اس کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ پھر تمام قوم نے نہایت بلند ترین دو القاب صدوق اور امین سے ملقب کر کے آپ کے اعلیٰ و ارفع اخلاق پر مہر ثبت کی۔ غیر مسلم لیڈر ابوسفیان نے باوجود سخت بغض وعناد کے قیصر کے دربار میں برملا اقرار کیا کہ ہم نے اس شخص کو کبھی جھوٹ بولتے نہیں سنا اور یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے آج تک دنیا کو چیلنج دے رکھا ہے کہ فقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ افلا تعقلون کہ اس نبی کریم نے تم میں زندگی کا ایک لمبا زمانہ گزارا ہے۔ ہے کوئی تم میں سے جو اس ذات پر اُنگلی اُٹھا سکے؟ مگر احباب کرام! جوں ہی ہمارے آقا و مطاع سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کے اذن کے ساتھ نبوت کا دعویٰ کیا اور لوگوں کو توحید حق کی طرف بلایا تو گویا آپ نے ایسا کر کے ہمہ اقسام آفات و مصائب کو اپنے لئے سہیڑ لیا اور مجموعی طور پر جو تمام انبیاء کو آلام و مصائب برداشت کرنے پڑے اس سے بڑھ کر آپ کو تنہاء برداشت کرنے پڑے حتّٰی کہ اس دعویٰ کے بعد یہ جہان آپ کے لئے تاریک ہو گیا۔ سارے جہاں کے ہاتھ آپ کی طرف اور آپ کا اکیلا ہاتھ ان کی طرف مقابلے کے لئے نکلا۔ دنیا کے ہاتھ آپ کو مٹانے کے لئے نکلے اور آپ کا ہاتھ ان کو بچانے کے لئے نکلا۔ سخت مقابلہ ہوا۔ ایسے موقعہ پر خدا وحدہٗ لاشریک کی طرف سے انسانوں کے بیچ دشمنیوں اور نفرتوں کو مٹانے اور انہیں محبت کی لڑی میں پرونے کا کام آپ کو سونپا گیا۔

تاریخ شاہد ہے کہ نقشہ بدل کر رکھ دیا اس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا خود شہادت دیتا ہے کہ کُنتُم أعدآءً کہ تم ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے مگر رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اِدفَع بالَّتِی ھِیَ أحسَن کی اصولی ہدایت کے مطابق وہ کام کر کے دکھایا اور اس طور پر تمام دشمنیوں اور نفرتوں کو پامال کر کے اس کی جگہ پر اخوۃ و محبت کا چشمہ جاری کیا کہ باوجود سخت تلاش کے تاریخ میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔

احباب کرام! آج کی اس مبارک مجلس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کا وہ پہلو جو آزادیٔ ضمیر اور مذہبی رواداری سے تعلق رکھتا ہے بیان کرنا مقصود ہے مگر اپنی ذات میں یہ پہلو اس قدر وسیع و عریض ہے کہ اس مختصر سے وقت میں ان سب کا ذکر کرنا ممکن ہی نہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ توفیق کے ساتھ اختصار سے ہی روشنی ڈالی جا سکے گی۔

دیگر اہل مذاہب کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سلوک

قبل اس کے کہ اس موضوع پر کسی قدر عرض کروں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ دیگر اہل مذاہب کے اس سلوک کا نقشہ بھی آپ کے سامنے پیش کر دیا جائے تا ان کے سلوک کے مقابل پر رحمۃ اللعالمین کے سلوک کا اندازہ ہو سکے اور یہ کہ آپ کی عظمت اور بلند ترین شخصیت کی نشان دہی ہو سکے۔

چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد خداوندی کی تعمیل میں غار حرا سے نکل کر کوہ صفا پر علم توحید کو بلند کیا اور لوگوں کو بلا کر اپنی نبوت سے آگاہ کیا تو گویا وہ پہلا دِن تھا جبکہ آپ نے تمام اہل مذاہب کو اپنے خلاف ناراض کر لیا اور اپنا شدید ترین مخالف بنا لیا۔ جو مشرک تھے وہ اس لئے خفا ہو گئے کہ آپ نے ان کے مشرکانہ اعتقادات کے خلاف اُنہیں توحید کا سبق دیا اور۔ جو یہودی کہلاتے تھے اور اہل کتاب تھے اس لئے ناراض ہو گئے کہ آپ نے اُنہیں طرح طرح کی مخلوق پرستی اور پیر پرستی سے روکا اور حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی توہین و تکذیب سے روکا اور۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ خدا نہ خدا کا بیٹا قرار دیا جس سے عیسائیوں کا دِل جل گیا اور وہ سخت عداوت پر آمادہ ہو گئے۔ اسی طرح جو آتش پرست تھے اور ستارہ پرست تھے وہ بھی دشمن بن گئے کیونکہ آپ نے اُنہیں دیوی دیوتاؤں کی پرستش سے منع کیا۔ گویا توحید کے اعلان کے ساتھ ہی تمام اہل مذاہب آپ کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے مگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کی خواہش اور مرضی میں فنا ہو کر اس بات کی کچھ پرواہ نہ کی کہ توحید کی منادی کرنے سے کیا کیا بلا میرے سر پر آوے گی۔

اسی زمانہ کا واقعہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک اشد ترین مخالف عقبہ بن ابی معیط آپ کے پاس جا پہنچا اور آپ کے گلے میں کپڑا ڈال کر اس زور سے بھینچا کہ آپ کا دم رُکنے لگا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو علم ہوا تو آپ دوڑے دوڑے آئے اور اس سے مخاطب ہو کر کہا کہ :۔

اَتَقتُلُونَ رَجُلاً اَن یَّقُولَ رَبِّیَ اللّٰهُ

"کہ کیا تم ایک شخص کو صرف اس لئے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب خدا ہے"

ایک دوسرے موقع پر جب آپ نے توحید کا اعلان کیا تو مشرکین مکہ آپ کے گرد جمع ہو گئے۔ آپ کے ربیب حارث بن ہالہ آپ کو بچانے کے لئے آگے بڑھے تو قریش کے اس مشتعل ہجوم میں سے ایک شخص نے تلوار سے ان پر حملہ کیا اور انہیں وہیں پر ڈھیر کر دیا۔ یہ تو عام روزمرّہ کے حالات تھے۔ آپ کو امن سے نماز پڑھنی بھی ان پر گراں گزرتی تھی۔ ایک موقعہ پر کسی شریر نے اُونٹ کی متعفن اوجھڑی آپ پر اس وقت لاد کر رکھ دی جبکہ نماز کی حالت میں آپ اپنے محبوب خدا کے حضور میں سجدہ ریز تھے اور غیر مسلم لیڈران جن میں ابو جہل، شیعبہ اور عتبہ شامل تھے اپنے اس نازیبا حرکت اور انتہائی درجہ ظالمانہ سلوک پر ٹھاٹھے مار مار کر ایک دوسرے پر گر رہے تھے۔

اور چند وہ جو آپ پر ایمان لائے تھے ان کے ساتھ مکہ کے ان غیر مسلموں نے جو جو ظلم کیا اس کی تاریخ بھی اتنی لرزہ خیز ہے کہ رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ ابوفکیہ کو مسلمان ہونے کی وجہ سے گرم زمین پر لٹا دیا جاتا اور سینے پر اتنے بھاری پتھر رکھے جاتے کہ زبان باہر نکل جاتی۔

صہیب بن سنان کو اس طرح مارا کہ ان کے حواس مختل ہو گئے۔ حضرت خباب بن الارث لوہار کا کام کیا کرتے تھے۔ مسلمان ہونے کی وجہ سے مکہ کے مشرکین نے انہیں پکڑ کر اُنہیں کی بھٹی کے دہکتے ہوئے کوئلوں پر اُلٹا لٹا دیا اور ایک شخص اُن کی چھاتی پر چڑھ گیا تاکہ کروٹ نہ بدل سکیں۔ چنانچہ وہ کوئلے اسی طرح جل جل کر ان کے نیچے ٹھنڈے ہو گئے۔ حضرت خبابؓ نے مدّتوں کے بعد حضرت عمرؓ سے یہ واقعہ بیان کیا اور اپنی پیٹھ کھول کر دِکھائی جو زخموں کے داغوں سے بالکل سفید تھی۔ پھر ظالم ابو جہل نے حضرت عمارؓ کی والدہ حضرت سمیہ پر انسانیت سوز مظالم ڈھائے اور اس درندگی کے ساتھ آپ کے جسم میں نیزہ مارا کہ وہ ان کے جسم کو کاٹتا ہوا ان کی شرمگاہ تک جا نکلا اور اس بے گناہ خاتون نے اسی جگہ تڑپتے ہوئے اپنی جان دیدی۔

ان مظالم کی تاب نہ لا کر جب ایک موقعہ پر حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ اپنے دوسرے ساتھیوں کے ہمراہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! اب تو ظلم کی انتہاء ہو گئی۔ آپ ہمیں اجازت دیں کہ ہم ان کفار کا مقابلہ کریں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

"مجھے نہ لڑائی کی اجازت ہے نہ خون بہانے کی۔ مجھے اللہ کے حضور دعا کرنے کا حکم ہے اور ان کی ایذا دہی پر صبر اور جہالت سے درگزر کرنے کی تلقین" (ابن ہشام صفحہ ۳۲۰ مصری)

مشرکین مکہ کے مظالم کا دائرہ دن بہ دن بڑھتا ہی چلا گیا۔ ان مکہ کے غیر مسلموں نے مٹھی بھر مسلمانوں کا جینا دوبھر کر دیا مجبوراً رجب ۵ نبوی کو گیارہ مرد اور چار عورتوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ باقی مسلمان ان کے ظلم و ستم کا تختہ مشق بنتے رہے۔ محرم ۷ نبوی کا ذکر ہے کہ قریش مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ماننے والوں کے ساتھ مقاطعہ کئے جانے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ پورے تین سال تک حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی شعب ابی طالب میں محصور رہے۔ قریش مکہ نے ان گھاٹیوں میں اجناس خوردنی کا جانا بھی بند کر دیا تھا۔ بھوک سے چھوٹے چھوٹے بچوں کے رونے کی آواز گھاٹی سے باہر سنائی دیتی تھی۔

(زادالمعاد حصہ اول صفحہ ۲۹۹)

مکہ کی غیر مسلم آبادی سخت مزاحم تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سوچ کر کہ کسی اور علاقہ میں چل کر حق تعالیٰ کے پیغام کو پہنچایا جاوے۔ شاید کسی بھٹکی روح کو راستہ مل جائے آپ اس خیال سے مکہ سے نکل کر طائف پہنچے۔ وہاں کے غیر مسلموں کے سامنے اللہ تعالیٰ کا پیغام پیش کیا مگر اہل طائف اہل مکہ سے کہیں زیادہ ہی بد نصیب ثابت ہوئے۔ نہ صرف یہ کہ انہوں نے حق کا انکار کیا بلکہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنی اذیت دی کہ تازیست آپ اسے بھول نہ سکے۔ ان ظالموں کے سنگ باری کے نتیجہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم چھلنی ہو گیا۔ جسم مبارک سے اس قدر خون نکلا کہ چلنے کی سکت باقی نہ رہی اور بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے۔ کچھ دیر بعد جو ہوش آیا تو اپنے ہمسفر ساتھی زید بن حارثؓ کا سہارا لیا اور مکہ کی طرف لوٹ آئے۔ مکہ پہنچے۔ قریش مکہ کی مخالفت کہیں اور زیادہ شدّت اختیار کر چکی تھی۔ کفار کے مظالم پر کچھ دن اور گزرے اور مکہ میں آپ کی رہائش دن بہ دن تکلیف دہ ہوتی گئی حتّٰی کہ آپ کے خلاف مکہ کے سارے غیر مسلم خاندان متحد ہو گئے اور دار الندوہ میں اپنی سازش کو انتہاء تک پہنچاتے ہوئے یہ فیصلہ کیا کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کیا جانا ہی بہتر ہو گا۔ چنانچہ ۱؍ ربیع الاوّل سن ۱۴ نبوی کی تاریک رات تھی جبکہ مکہ کے تمام غیر مسلم خاندانوں کے نمائندوں نے ننگی تلواروں کے ساتھ پیغمبر خدا کے گھر کا محاصرہ کر لیا تھا اور انتظار تھا کہ آپ گھر سے باہر نکلیں اور آپ کو قتل کر دیا جائے۔ مگر خدا تعالیٰ کی حفاظت میں آپ اُنہیں کے درمیان سے نکلتے ہوئے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ صبح ہوئی کفار نے آپ کا تعاقب کیا مگر اپنے مقصد میں ناکام رہے۔

اب جبکہ قریش مکہ کو علم ہوا کہ آپ مدینہ پہنچ گئے ہیں تو انہوں نے ایک سخت تہدیدی خط مدینہ والوں کو بھجوایا جو ایک زبردست چیلنج کا حکم رکھتا تھا اور دشمنی کی انتہاء پر دلالت کرتا تھا۔ اس خط کے الفاظ یہ ہیں :۔

اِنَّکُم اٰوَیتُم صَاحِبَنَا وَ اَنَا نُقسِمُ باللّٰہِ لَتُقَاتِلُنَّہٗ او لَنُخرِجَنَّہٗ او لَنَسِیرَنَّ اِلَیکُم بأَجمَعنَا حَتّٰی نَقتُلَ مَقَاتِلَتکُم وَنَستَبِیحَ نِسَاءکُم۔

یعنی اب جبکہ تم لوگوں نے ہمارے آدمی کو اپنے گھروں میں پناہ دی ہے۔ ہم خدا کی قسم کھا کر اعلان کرتے ہیں کہ یا تو تم اس کا ساتھ چھوڑ کر اس کے خلاف جنگ کرو یا کم از کم اسے اپنے شہر سے نکال دو ورنہ ہم اپنا لشکر لیکر تم پر حملہ آور ہوں گے اور تمہارے سارے مَردوں کو تہ تیغ کر دیں گے اور تمہاری عورتوں پر قبضہ کر کے اپنے لئے جائز کر لیں گے۔

قریش مکہ کے اس خط سے ان کے ان خونی ارادوں کا پتہ لگتا ہے جو وہ ہجرت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے متعلق رکھتے تھے۔ وطن سے

بے وطنی کی حالت میں بھی مخالفین نے پیچھا نہ چھوڑا اور جب انفرادی اذیت سے گزر کر ان لوگوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لشکر کشی کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ماہ صفر سن ۲ ہجری میں آپ کو دفاع کی اجازت دی اور یہ آیت نازل ہوئی۔

اذن للذین یقٰتلون بانھم ظلموا و ان اللہ علی نصرھم لقدیر O الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع و بیع وصلوت و مساجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا ولینصرن اللہ من ینصرہ ان اللہ لقوی عزیزہ (حج ۴۰،۴۱)

یعنی وہ لوگ جن سے بلاوجہ جنگ کی جا رہی ہے ان کو بھی جنگ کرنے کی اجازت دی جاتی ہے کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے اور اللہ ان کی مدد پر قادر ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو ان کے گھروں سے صرف ان کو اتنا کہنے پر کہ اللہ ہمارا رب ہے بغیر کسی جائزوجہ کے نکالا گیا اور اللہ ان یعنی کفار میں سے بعض کو بعض کے ذریعہ سے شرارت سے باز نہ رکھتا تو گرجے اور یہودیوں کی عبادت گاہیں اور مسجدیں جن میں اللہ کا کثرت سے نام لیا جاتا ہے برباد کر دیئے جاتے اور اللہ یقیناً اس کی مدد کریگا جو اس کے دین کی مدد کریگا۔ اللہ یقیناً بہت طاقتور اور غالب ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غیر مسلم مخالفین کے مظالم کے مقابلہ میں پے در پے ۲۷ غزوات میں صرف مدافعت کے طور پر حصہ لینا پڑا۔ چنانچہ محرم کا مہینہ تھا اور ہجرت کا دوسرا سال کہ پہلی دفاعی جنگ بدر کے میدان میں ہوئی۔ ۳۱۳ نہتھے مسلمانوں کے مقابلہ پر ایک ہزار افراد جو جنگی فنون کے ماہر تھے اس غرض سے حملہ آور ہوئے کہ مسلمانوں کے وجود کو تلوار کے زور سے نیست و نابود کر دیں۔ اس کے بعد مخالفین نے ۳ ہجری میں لشکر کشی کی اور اُحد کے میدان میں مسلمانوں نے ان سے دفاعی لڑائی لڑی۔ اُحد کے میدان میں مخالفین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کو نقصان پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ ہر جنگ میں دشمن اپنی ظالمانہ دشمنی کا نشانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو ہی بناتے رہے ہیں۔ چنانچہ جنگ اُحد میں دشمنوں نے اپنے ناپاک ہاتھوں سے رحمۃ اللعالمین کو زخمی کر کے ہمیشہ ہمیش کے لئے اپنے نام پر کلنک کا ایک ایسا ٹیکا لگا لیا جو تا قیامت اُمت محمدیہ کے دلوں کو مجروح کرتا رہے گا۔

پھر ہجرت کا پانچواں سال تھا جبکہ تمام غیر مسلم مخالف قوتوں نے اتحاد کر کے مدینہ اور مسلمانوں کا محاصرہ کر لیا۔ مسلمانوں نے خندق کھود کر اپنا دفاع کیا۔ تمام غیر مسلم مخالفین کی فوج کی تعداد اس بار چوبیس ہزار تھی جو خوفناک سیلاب کی طرح مدینہ پر اُمڈ آئی تھی علاوہ ازیں باوجود معاہدہ کے مدینہ کی غیر مسلم آبادی جو خصوصاً یہودیوں پر مشتمل تھی عہد شکنی کر کے مخالفین کے ساتھ مل گئی تھی۔ گویا مدینہ کے باہر اور اندر کے تمام غیر مسلم مخالفین اسلام کے مٹانے پر یکجاں اور متحد ہو کر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہ ہزار لشکر کے ساتھ ان کا دفاع کیا۔

پھر ہجرت کا چوتھا سال تھا جبکہ عرب کے دو غیر مسلم قبائل عضل اور قارہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خدمت میں درخواست کر کے دس مبلغین اسلام کو اپنے یہاں بلا کر انتہائی ظالمانہ طریق پر شہید کر دیا۔

پھر انہیں دنوں نجد کے بعض غیر مسلم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چند مبلغین اسلام بھجوائے جانے کی درخواست کی تا وہ اُنہیں پوری طرح اسلامی تعلیمات سے آگاہ کریں۔ اول آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا اعتبار نہ کیا مگر ابو براء کی درخواست پر کہ میں ان کا ضامن ہوتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر مسلمانوں کو جو حافظ قرآن تھے ان کے ہمراہ بھجوا دیا۔ مگر ہائے افسوس اس ظلم و ستم پر کہ ان کے ساتھ بھی وہی ہوا جو پہلے دس مبلغین اسلام کے ساتھ ہوا تھا۔

الغرض کون سا ظلم تھا جو ایک انسان کر سکتا ہو اور عرب کی تمام غیر مسلم قوتوں نے مل کر اس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نہ کیا ہو۔

معزز سامعین! یہ تو تصویر کا ایک رخ تھا جو آپ نے ساعت فرمایا۔ آیئے اب آپ کی توجہ اس وجود باجود کی شان رحمۃ اللعالمین کی طرف مبذول کراؤں جس کا اظہار آپ نے اپنے اشد ترین غیر مسلم مخالفین سے فرمایا۔

دیگر اہل مذاہب کے ساتھ آنحضرت صلعم کا سلوک مذہبی رواداری کے آئینہ میں

آزادی مذہب اور آزادی ضمیر کے فقدان کے نتیجہ میں جیسا کہ آپ نے ملاحظہ کیا کہ مکہ کے تمام مشرکین اور تمام غیر مسلم قوتوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کو صرف اس بناء پر کہ وہ خدائے وحدہٗ لاشریک پر ایمان لائے نہایت دردناک طور پر ایذا پہنچائی اور اسلام کو نیست و نابود کرنے اور بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے میں کوئی کسر باقی نہ اُٹھا رکھی۔ مبلغین اسلام کو دھوکہ دیکر اول بلایا اور پھر قتل کر دیا۔ کمزور اور بے گناہ آزاد مسلمانوں کو غلاموں کی طرح اپنے پاس قید رکھا۔ ان کی پاکدامن عورتوں کو اپنی لونڈیاں بنانے کے لئے سازشیں کیں اور ان کے خلاف متعدد لڑائیاں لڑیں اور ان کے معزز شہیدوں کا مثلہ کیا اور ان کے ناک کان کاٹ کر اپنے گلوں میں ہار پہنے اور ان کی معزز مستورات پر وحشیانہ حملے کر کے ان کے حمل گرائے۔ ان کی عصمت شعار بیویوں کی شرمگاہوں میں نیزے مار مار کر انہیں ہلاک کیا۔

احباب کرام! یہ سب کچھ غیر مسلم مخالفین کی طرف سے اس وقت کیا گیا جبکہ وہ اقتدار اور قوۃ میں تھے اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی انتہائی بے بسی اور بے کسی کے عالم میں ان کے ظلموں کا تختۂ مشق بنتے رہے۔ لیکن اللہ ذوالجلال و الاکرام نے جب اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر غلبہ بخشا تو سب کی نظریں آپ کی طرف تک گئیں کہ آج ظالموں کو ہاں ان ظالموں کو جن کے یہاں آزادی مذہب اور آزادی ضمیر کی مطلق گنجائش نہ تھی ان کے ظلموں کا بدلہ ملیگا۔

مکہ فتح ہو چکا تھا۔ آپ فاتح ہیں اور آپ کے روبرو وہ لوگ ہیں کہ عالم خیال میں حضرت حمزہؓ آپ سے کہہ رہے تھے کہ اے فاتح مکہ! انہیں میں سے وہ لوگ ہیں جنہوں نے میری لاش کی بے حرمتی کی اور میرے جگر اور کلیجہ کو نکال کر باہر پھینک دیا تھا۔ آپ کی بیٹی حضرت زینب آپ سے مخاطب ہو کر کہہ رہیں تھیں کہ ابا جان! یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ایک عورت پر ہاتھ اُٹھاتے شرم نہ آئی اور ایسی حالت میں مجھ پر حملہ کیا کہ میں حاملہ تھی اور ان ظالموں کے ظلم سے میری وفات ہو گئی اور آپ پر جان قربان کرنے والے صحابہ جنہیں نہایت ظالمانہ طریق پر قتل کیا گیا تھا ان کی روحیں رحمۃ اللعالمین کے روبرو کھڑی ہو کر اپنی مظلومیت کی لرزہ خیز داستان سنا رہی تھیں اور کہہ رہیں تھیں کہ یہی ہیں جو ہمارے قاتل ہیں۔ اب ان سے انتقام لیا جائے لیکن ان شدید جذبات کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے غیر مسلم مخالفین کے ساتھ کیا سلوک کیا اگر خود کچھ کہوں تو خیال کیا جا سکتا ہے کہ یہ خود کی ستائش ہے۔ اس لئے ایک غیر مسلم یہودی فاضل کی شہادت آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ مسٹر سٹینلے لین پول "انتخاب قرآن" کے مقدمہ صفحہ ۶۷ میں فتح مکہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"اب وقت تھا کہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) خونخوارانہ فطرت کا اظہار کرتے۔ آپ کے قدیم ایذا دہندے آپ کے قدموں میں آپڑے ہیں۔ کیا آپ اس وقت اپنے بے رحمانہ طریق سے ان کو پامال کریں گے۔ سخت عقوبت میں گرفتار کریں گے۔ ان سے انتقام لیں گے؟

یہ وقت اس شخص کے اپنے اصلی رنگ میں ظاہر ہونے کا ہے۔ اس وقت ہم ایسے مظالم کے پیش آنے کے متوقع ہیں جن کے سننے سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوں اور جن کا خیال کر کے اگر ہم پہلے ہی سے نفرین و ملامت کا شور و غل مچائیں تو بالکل بجا ہے۔ مگر یہ کیا معاملہ ہے کیا بازاروں میں کوئی خونریزی نہیں ہوئی۔ ہزاروں مقتولوں کی لاشیں کہاں ہیں۔ واقعات سخت اور بے درد ہوتے ہیں۔ اور یہ ایک واقعی بات ہے کہ جس دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دشمنوں پر عظیم فتح حاصل ہوئی وہی دن آپ کے لئے اپنے نفس پر سب سے زیادہ عالی شان فتح حاصل کرنے کا دن بھی تھا۔ قریش نے سالہا سال تک جو کچھ رنج اور صدمے دیئے تھے اور بے رحمانہ تحقیر و تذلیل کی مصیبت آپ پر ڈالی تھی آپ نے کشادہ دلی کے ساتھ ان تمام باتوں سے درگزر کی اور مکہ کے تمام باشندوں کو ایک عام معافی نامہ دیدیا۔"

معزز سامعین! یہ مختصر سی جھلک ہے اس واقعہ کی جو آزادی مذہب اور آزادی ضمیر کے خلاف قریش مکہ کی جانب سے عرب کی سرزمین میں رونما ہوا اور آپ نے ملاحظہ کیا کہ تمام مذاہب کے پیروکاروں نے کس طور پر ان لوگوں پر ظلم ڈھائے جنہوں نے اپنے پیدائشی حقوق کو استعمال کرتے ہوئے اس بات کا اعلان کر دیا تھا کہ اللہ ہی ہمارا رب ہے اور پھر اس کے بالمقابل آپ نے یہ بھی دیکھا کہ بانیٔ اسلام سیدنا حضرت اقدس محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے اقتدار میں آتے ہی کس طور پر ان کے بھیانک ظلموں کو یکلخت معاف کر دیا اور پھر انہیں اسی حالت میں نہ چھوڑا بلکہ اپنے حسن تعلیم اور حسنِ عمل سے ان کے لئے آزادی ضمیر اور مذہبی رواداری کی ایسی فضاء قائم کر دی کہ جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلم مخالفین کے احساسات اور جذبات کا اس طور پر خیال رکھا اور ان کی دلداری اور ان کے ساتھ حسن سلوک کئے جانے کی ایسی اعلیٰ تعلیم دی اور پھر اپنے عمل سے ایک ایسی قابل تقلید راہ کو استوار کیا کہ خدا تعالیٰ نے قیامت تک کے لئے اسے رضائے الٰہی اور اُخروی نعمتوں کے حصول کا ذریعہ قرار دیدیا۔ فرماتا ہے۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا اللہ والیوم الاخر

کہ جو اللہ تعالیٰ کے پیار اور یوم آخرت کے ثمرات حسنہ کا متمنی ہے۔ اس کو چاہئے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو اپنے لئے مشعل راہ بنائے۔

پس ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلم معاندین کے ساتھ جو مذہبی رواداری کا سلوک فرمایا اور جسے اللہ تعالیٰ نے اسوۂ حسنہ قرار دیا اور قابل تقلید نمونہ بتایا ان سب کا اس مختصر وقت میں بیان کیا جانا نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ اس لئے اختصار کے ساتھ اس کے چند پہلوؤں پر ہی روشنی ڈالی جاسکے گی۔

چنانچہ:-

مشاہدہ ہے یہ بات ثابت ہے کہ ہر شخص کو اپنا مذہب نہایت ہی محبوب اور پسندیدہ ہوتا ہے خواہ وہ مذہب دوسروں کی نظر میں کسی قدر کمزور پہلو اپنے اندر کیوں نہ رکھتا ہو۔ ایسی صورت میں بانیٔ اسلام سیدنا حضرت اقدس محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو مخاطب کرتے ہوئے غیر مسلموں کے مذہبی جذبات و احساسات کا پورا پورا احترام کرنے کا حکم صادر فرمایا اور اللہ کا کلام انہیں سنایا کہ:-

لا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوًا بغیر علم

کہ اے مسلمانو! بے شک دنیا میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو خدائے وحدہٗ لاشریک کو چھوڑ کر دوسری ہستیوں کو اپنا معبود قرار دیتے ہیں اور ان کے نزدیک وہی قابل عزت و تکریم ہیں۔ اس لئے ہمارا مسلک یہ ہے کہ جب تم ان کے معبودوں کا ذکر کرو تو بُرے رنگ میں ان کا ذکر نہ کرو۔ مبادا لاعلمی سے وہ خدا کے حق میں ناروا کلمات کہنے لگ جائیں۔ (باقی)

لو لاک لما خلقت الافلاک

ترجمہ۔ (اے محمد ﷺ) اگر میں نے تجھے پیدا نہ کرنا ہوتا تو یہ زمین و آسمان بھی پیدا نہ کرتا۔ (حدیث قدسی)

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نُور سارا۔ نام اُس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے

منجانب۔ محتاجِ دُعا۔ جماعت احمدیہ اتر پردیش

معاند احمدیت، شریر اور فتنہ پرور مفسد ملاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں

اَللّٰھُمَّ مَزِّقْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَسَحِّقْھُمْ تَسْحِیْقًا

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کر دے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑا دے

مقام محمد صلی اللہ علیہ وسلم

خورشید احمد پربھاکر درویش قادیان

"مقام ارفع و اعلیٰ پہ اکثر انبیآء پہنچے
نہ پہنچا کوئی اُس حد تک جہاں پہ مصطفیٰ پہنچے"

تمام اوتار نبی اور رسول نفس نبوت میں یکساں ہیں۔ ان سب پر ایمان لانا، ان کی عزت و تکریم کرنا جملہ مسلمانوں پر فرض ہے۔[سورۃ البقرہ آیت ۲۸۳] لیکن مقام اور درجات کے لحاظ سے ہر ایک نبی کا دائرہ الگ الگ ہے۔ ہمارا اعتقاد ہے کہ ؎

"سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر
لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے"

ویدوں میں حضرت محمد مصطفیٰ (نراشنس) صلی اللہ علیہ وسلم کے ُمقام ارفع واعلیٰ کو مخصوص طور پر متعین کیا گیا ہے تاکہ "خاتم النبیین" کا آخری اہم تقاضا پورا ہو سکے، جو کمالات ختم نبوت میں انتہائی ارفع اور اہم تقاضا ہے۔

ویدوں وغیرہ میں نراشنس۔ مَہَ۔ کارُو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو سنوتا सुनोता اندر اور برھم ब्रह्म کہا گیا ہے۔ بھوشیہ پوران وغیرہ دوسرے گرنتھوں میں گرجاپتی، پاروتی کا ناتھ، محامد، (عالمگیر مذہب کا بانی) وغیرہ بہت سے مستحسن ناموں سے معروف بتایا گیا ہے۔ ایسے اسمآء استعارہ کے رنگ میں اللہ تعالیٰ کی ذات کیلئے بولے جاتے ہیں۔ چنانچہ اتھروید میں کئی جگہ حضرت رسول خدا کو اندر इन्द्र یا برہم (رب العالمین) کہا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

[اتھروید کانڈ ۲۰ سوکت ۱۲۷ منتر ۷]

राज्ञोविश्व जनीनस्य यो देवो मर्त्यां अति ।
वैश्वानरस्य सुष्टुतिमा सुनोता परिक्षितः ॥

i ترجمہ:- اے دنیا بھر کے لوگو! رُوئے زمین کے شہنشاہ کی بیحد، اعلیٰ اور حقیقی حمد و ثنا کرو، جو ماں کی مانند محبت کرنے والا ہے۔ جو تمام دنیا کے لوگوں کا (سانجھا) ہے۔ جو بین الاقوامی شخصیت ہے۔ وہ ہی استقبال کرنے کیلئے نہایت ہی موزوں شخصیت ہے، جو ہر جگہ کے تمام لوگوں کا قابل احترام اور عزت پانے والا ہے۔ وہ مقدس دیوتا ہے جس کیلئے دنیا و مافیہا اور فانی سنسار (تخلیق کیا گیا) ہے، جو اندر सुनोता ہے جو مشہور عالم ہے۔ اسے مضبوطی سے پکڑو، اس کی حقیقی، ٹھیک، بیحد اچھی، بہت زیادہ اور بہت بڑھ کر سُتتی، حمد و ثنا کرو۔ کیونکہ دراصل وہی قبول کرنے اور استقبال کرنے کیلئے موزوں ہے۔

منترمذکور میں شہنشاہ عالم (نراشنس) کو سنوتا، सुनोता اندر یا برھم یعنی خدا کہا گیا ہے۔ حضرت مَہَ، کارو۔ محمد مصطفیٰ کا بشر ہونے کے ناطے شہنشاہ دو عالم، مادرِ مہربان اور سالارِ اعظم وغیرہ آپ کے انسانی روپ کا بیان ہے اور روحانیات کی دنیا میں آپ کو اندر، سنوتا، اور برھم کے مثل مانا گیا ہے۔

ii۔ آپ کو اتھرو وید کانڈ ۲۰ سوکت ۱۲۷ منتر ۱۔ ۲۔ ۳ میں نراشنس، مَہَ، کارو وغیرہ قابل صد تحسین ناموں سے یاد کیا گیا ہے۔ رگوید منڈل ۴ سوکت ۱۰۶ منتر ۱ میں آپ کو تمام گناہوں سے بچانے والا کہا گیا ہے۔ [بحوالہ نراشنس اور آخری رسول صفحہ ۱۰]

iii۔ اتھرو وید کانڈ ۲۰ سوکت ۱۲۷ منتر ۲ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج اور برھم لین विलीन یعنی آپ کے دریائے الوہیّت میں اتصال پانے، نور کے نور سے ملنے اور ایک وجود ہو جانے کا ذکر ملتا ہے۔ آنحضرت کا "معراج انقطاعِ تام تھا۔۔ رسول اللہ ﷺ کا نقطۂ نفس عرش تھا اور رفیق اعلیٰ کے معنی بھی خدا ہی کے ہیں۔ پس رسول کریم سے بڑھ کر کوئی مکرم و معزز نہیں" [بحوالہ الحکم ۱۷ فروری ۱۹۰۱ء]

گویا حضرت نراشنس (محمدؐ) ایک پہلو سے انا بشر مثلکم [کہف ۱۱۱] دنیائے انسانی میں بشر ہیں تو عالم روحانیات میں سنوتا، اندر یا برہم خدا ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام ارفع کی اجمالی تفسیر قرآن مجید کی سورۃ النجم آیت ۹۔ ۱۰ میں پائی جاتی ہے۔ جو آپ کے بشر اور برھم ہونے پرُ روشنی ڈالتی ہے۔

یاد رہے کہ قاعدۂ اقلیدس کی رو سے انتہائی ارفع و اعلیٰ مقام ایک ہی ہو سکتا ہے اور مذہبی اصول کے مطابق ارتقاع کا انتہائی مقام قرب اللہ ہے۔ قرآن مجید فرماتا ہے۔ "ثم دنا فتدلیٰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ۔"
(سورۃ النجم آیت ۹۔ ۱۰)

"نفس محمدی بوجہ شدتِ قرب کے صعود کر کے دریائے الوہیت (ब्रह्म برھم) کے نزدیک ہوا اور ہوتے ہوتے وہ مقام "ادنیٰ" قرب کے انتہائی مقام تک جا پہنچے۔ جہاں الوہیت کے بحر اعظم میں ذرۂ بشریت گم (ولین विलीन) ہو گیا اور اس میں اور حق تعالیٰ میں کوئی حجاب نہ رہا۔ اوادنیٰ विल्लीनता یہ نقطہ محمدیہ ظلی طور پر مجمع جمیع صفات الوہیت ہے۔ اور پھر وہ (محمدؐ سنوتا) نزول کر کے مخلوق کی طرف بڑھا اور مخلوق میں اور اس میں کوئی فرق نہ رہا۔ (انا بشر مثلکم) خلق (مانو मानव) اور خالق (برہم) میں برزخ نفسی نقطۂ احمدؐ ہے۔ اس کا اہل تصوف "اسماء اللہ" نام رکھتے ہیں۔ اصطلاح میں اسے مقام جمع سے بھی تعبیر کیا جا سکتا ہے"

"عالم ـــــ جس کو متصوفین "اسماء اللہ" سے تعبیر کرتے ہیں اور ـــ اصطلاحات اہل اللہ میں نفسی نقطہ احمد مجتبیٰ و محمد مصطفیٰ نام رکھتے ہیں۔ اور فلاسفہ کی اصطلاحات میں "عقل اول" کے نام سے بھی موسوم کیا گیا ہے ـــ تمام اسرار مبداء و معاد کی علت اور ہر ایک زیر و بالا کی پیدائش کی علت یہی ہے اور جس طرح ہر ایک حیات خدا تعالیٰ کی حیات سے مستفاض اور ہر ایک وجود اس کے وجود سے ظہور پذیر اور ہر ایک تعین اس کے تعین سے خلعت پوش ہے ایسا ہی نقطۂ محمدیہ جمیع مراتب اکوان اور مظاہر مکان میں باذنہ تعالیٰ حسب استعداد مختلفہ اور طباع متفاوتہ موثر ہے اور چونکہ یہ نقطہ جمیع مراتب الٰہیہ کا ظلی طور پر اور جمیع مراتب کونیہ کا منبع و اصلی طور پر جامع ہی نہیں بلکہ دونوں کا مجموعہ ہے۔ اس لئے یہ ہر ایک مرتبہ کونیہ پر جو عقول و نفوس کلیہ و جزو مراتب طبیعہ الی آخر تنزلات وجود ہے مراد ہے۔ اجمالی طور سے احاطہ رکھتا ہے ایسا ہی ظلِ الوہیت ہونے کی وجہ سے مرتبہ الوہیت ـــ سے مشابہت رکھتا ہے اور امہات صفاتِ الٰہیہ یعنی حیات علم ارادہ، قدرت سمع بصر کلام معہ اپنے جمیع فروع کے اتم و اعلیٰ طور پر اس میں انعکاس پذیر ہیں۔

[سرمہ چشم آریہ صفحہ ۲۴۳ مارچ ۱۸۸۶ء]

شناورانِ دریائے الوہیت نے آنحضرت (اِندر) ﷺ کے اس مقام جمع و مدح کے بارے میں کہا ہے کہ ؎

شان احمد کہ داند جز خداوند کریم
آنچناں از خود جدا شد کز میاں افتاد میم
زاں نمط شد محو دلبر کز کمال اتحاد
پیکرِ او شد سراسر صورت رب رحیم

(الامام المہدی) بحوالہ توضیح مرام صفحہ ۲۳ مطبوعہ ۱۸۹۰ء)

احمدؐ کی شان کو خداوند کریم کے سوا دوسرا کون جان سکتا ہے! وہ (احمدؐ) اپنے آپ سے اس طور پر جدا ہوا کہ اس (احمد) نے درمیان سے میم گرا دی۔ وہ اپنے دلبر میں اس طرح محو (گم) ہو گیا کہ انتہائی کمال کے اتحاد کے باعث اس (احمد) کا پیکر سراپا ربِّ رحیم کی صورت بن گیا۔

ممکن ہے قرب اللہ کا ارفع و اعلیٰ مقام عوام کے سمجھنے کیلئے مشکل ہو۔ مگر ناممکن نہیں ہے کیونکہ دیگر مذاہب میں بھی اس کی مثالیں پائی جاتی ہیں۔ ملاحظہ ہو شر-مد بھگوت گیتا ادھیائے ۱۰ اشلوک ۲۰ ادھیائے ۷ شلوک ۷ وغیرہ۔

کرشن جی کے مقام جمع میں دخول کی روحانی کیفیت کو عوام بوجہ نادانی و اگیان نہ سمجھ سکے اور الفاظ کی ظاہری شکل کی دلدل میں پھنس کر رہ گئے۔ آج اکیلے بھارت دیش میں ہی لاکھوں مندروں میں کرشن جی کی مورتی کو بھگوان سمجھ کر پوجا جاتا ہے کہاں وہ توحید خالص کا علمبردار نبی اور کہاں یہ بھیانک شرک؟ ظلم عظیم! ؎

پرے غیب سے بھی ہے اک ذات غیب
وہ ہستی فنا کا نہیں جس میں عیب
شر-مد بھگوت گیتا ادھیائے ۸ شلوک ۲۰ ؎
وہ ہے لافنا سب پہ چھایا ہوا
وہ پرمیشور ہے وہ پرماتما
(گیتا ۱۳۔ ۱۷)

وہی ذات نورٌ علی نور ہے
جو تاریکیوں سے بہت دور ہے
[گیتا ادھیائے ۱۵ اشلوک ۱۷]

ہمارا اعتقاد ہے کہ سب سے ارفع و اعلیٰ اکمل مقام ایک ہی ہے اس مقام مجمع جمیع مراتب الوہیت پر صرف آنحضرت ﷺ ہی اکیلے پہنچے وہاں تک کوئی دوسرا نہ پہنچ سکا۔ نہ ہی قیامت تک پہنچ سکے گا ؎

خدا نگویمش از ترسِ حق مگر بخدا
خدا نما ست وجودش برائے عالماں
(کتاب البریہ)

مقام محمدؐ

حل لغات : منتر ۷ سوکت ۱۲۷۔ کانڈ ۲۰۔ اتھرو وید۔ دنیا بھر کے لوگوں کا (سانجھا محبوب) ویشوانر वैश्वानरस्य (سنسکرت ہندی لغت ۔پدمچندر کوش صفحہ ۴۷۰۔ زیر لفظ ویشوانر)

Consesting to all men
Universal generally, ویشوانر
Universal generalation

ہر جگہ تمام لوگوں میں عزت پانیوالا۔ تمام لوگوں کا قابل احترام۔ سالار اعلیٰ، قائد اعلیٰ۔ بین الاقوامی شخصیت = Belonging to all men = ویشوانر (یعنی رسولاً الیکم جمیعاً) سنسکرت انگلش ڈکشنری صفحہ ۱۰۳ زیر لفظ۔ ویشوانر वैश्वानर
مطبوعہ ۱۸۹۳ء از میکس مولر صاحب۔
لفظ ویشوانر کے تحت اور کئی الفاظ آئے ہیں جیسے پورو دیرگھا पूर्वदीर्घा وغیرہ۔

i۔ جن کے معنے ہیں۔ جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہو (یعنی اس کے ظہور سے پہلے والی کتب میں)

ii۔ سبھاؤ سے ہی منوہر روپ والا۔ فطرتاً پرکشش دلربا۔

iii۔ پنڈت۔ عالم = iv لمبے قد والا۔ v۔ اونٹ (یعنی جس کا اونٹ سے تعلق ہو) vi (جسم میں) خاص نشان چیہ وشیش चिह्न विशेष پدمچندر کوش صفحہ ۳۲۴۔

۵۵۰۔ ۲۵۱ اتی شے ستی مبالغہ سے بڑھ کر اچھی تعریف अतिशयस्तुत सुष्टु तिमा ششٹو۔ تما۔ حقیقی ٹھیک درست اور صحیح تعریف حمد و ثنا = (پدمچندر کوش صفحہ ۵۳۷) زیر لفظ ششٹو, Very much,aptaly
in a sitill- highyer degree off arding
a good intrence، بیحد اچھی، بلند شان والا، قبول کرنے، استقبال کرنے کیلئے نہایت موزون شخصیت۔ سنسکرت انگلش ڈکشنری صفحہ ۳۳۶۔ ماتا۔ ماں جنین = جس میں گربھ (حمل) जनीनस्य,जनीन-जनि جلینیہ اُپجتا (پروش پاتا) ہے۔ [پدمچندر کوش صفحہ ۲۰۹ زیر لفظ جنی۔ جنین yet to be borin۔ پیدائش Borth = जनि جنی۔ آئندہ پیدا ہونے والا (یعنی ویدوں کے زمانے کے بہت بعد پیدا ہونے والا) سنسکرت انگلش ڈکشنری صفحہ ۹۸ مطبوعہ ۱۸۹۳ از میکس مولر صاحب) अतिपरिक्षितः
حد پار کر جانا، بہت زیادہ بیحد = اتی
اتی پریکشتا بیحد تعریف والا۔ بہت مشہوری والا۔ نیک شہرت کے ساتھ بہت مشہور۔ پدمچندر کوش صفحہ ۳۰۳
بہت زیادہ۔ بیحد اور مزید بڑھ کر -Very much
too,over اتی [سنسکرت انگلش ڈکشنری صفحہ ۱۷]
सुनोता इन्द्र (اندر) خدا + پرمیشور۔ دیوتاؤں کا سوامی۔
سنوتا [پدمچندر کوش صفحہ ۱۰۰ از زیر لفظ۔ اندر بمعنی سنوتا]
ہندوؤں کے خداؤں میں سے بڑا خدا۔ Chief of
the vadic Gods۔۔۔ ویدک خداوندان خدا
[سنسکرت انگلش ڈکشنری صفحہ ۴۵)

قدیم زمانے کے گرنتھ رگوید میں نراشنس (محمدؐ) کے ظہور کے بارے میں پیش خبریاں موجود ہیں اس کے علاوہ سام وید۔ یجر وید۔ اتھرو وید۔ پورانوں اور اپنشدوں وغیرہ کتب میں آنحضرت اور اسلام سے متعلق تفصیلات پائی جاتی ہیں جو نراشنس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے لیکر کلجگ تک اپنے اپنے وقت پر ظہور میں آرہی ہیں۔ یہ تواتر بتاتا ہے کہ یہ کسی انسان کی بناوٹ نہیں اور نہ ہی ہزاروں سالوں کے ادوار پر پھیلے ہوئے رشیوں کے باہم مل بیٹھنے کا من گھڑت منصوبہ! بلکہ "ویدک رشیوں نے ہزاروں سالوں کی تپسیا کے بعد جو کچھ دیکھا سچ سچ بیان کر دیا۔ اس پر اگر کوئی دنیادار آدمی ان کے سچ لکھنے کو نہ سمجھ سکے تو اس کے اپنے دماغ کی کمزوری ہے۔ رشیوں کا قصور نہیں"۔ کتابچہ ہندو دھرم نمبر ۲۔ صفحہ ۹۳ مؤلفہ شری لال چند دُھنا جرنلسٹ ڈبل گولڈ میڈلسٹ۔ سناتن دھرم پرچار منڈل امرتسر پنجاب مطبوعہ ۱۹۶۶ء۔ (باقی صفحہ ۱۹ پر)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صبر اور تحمّل

(فخر احمد چیمہ مدرس مدرسۃ المعلّمین قادیان)

جب کبھی اللہ تعالیٰ دنیا میں اپنے رسولوں اور فرستادوں کو بھیجتا ہے تو ہمیشہ ان سے ہنسی، ٹھٹھا اور استہزاء کا سلوک کیا جاتا ہے ایک صحابی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ دنیا میں سب سے زیادہ تکالیف کس پر آتی ہیں آپ نے فرمایا رسولوں پر، اور تاریخ بھی ان واقعات سے بھری پڑی ہے کہ خدا کے پیغامبروں کو ہر طرح سے دکھ دیا گیا اور ان کا جینا دشوار کر دیا گیا مگر انہوں نے کبھی بھی صبر کا دامن اپنے ہاتھ سے نہ چھوڑا اور بالآخر ہمیشہ وہ صبر دشمنوں کے ظلموں پر غالب آجایا کرتا جس قدر تکلیف زیادہ ہو اس قدر صبر کرنے والے کی عظمت بڑھ جاتی ہے چونکہ حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین اور سید المرسلین ہیں یعنی آپ کا درجہ سب انبیاء سے بلند تھا لہٰذا آپ پر تکالیف اور مصائب بھی اسی نسبت سے زیادہ وارد ہوئے۔ اور اس پر آپ نے اور آپ کی جماعت نے صبر کا بھی وہ نمونہ دکھایا جس کی نظیر نہ تو گزشتہ زمانہ میں ملتی ہے اور نہ آئندہ ایسا ممکن ہے۔ صبر ایک عظیم خلق ہے اور رسول کریم صلعم کا درجہ اس خلق میں انتہائی بڑھا ہوا تھا جیسا کہ خدائے عزوجل خود فرما چکا ہے کہ انك لعلیٰ خلق عظیم۔ یعنی اے محمد صلعم تیرا قدم اخلاق فاضلہ کی بلند چوٹیوں پر ہے۔ ہم آپ کے بچپن کے حالات پر غور کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ بچپن سے ہی آپ پر تکالیف کا دور شروع تھا۔ بسا اوقات یہ دیکھنے کو ملتا ہے کہ بچپن کے دکھ اور تکالیف انسان میں ضد اور تعصب پیدا کر دیتے ہیں۔ اور بڑے بڑے آدمی بھی ایسے چڑچڑے مزاج کے ہوتے ہیں جن کے بچپن دراصل انتہائی تکلیف دہ ماحول میں گزرے ہوتے ہیں۔ یا پھر بعض بچے ان حالات میں اس درجہ احساس کمتری کا شکار ہوتے ہیں کہ پھر ساری عمر سنبھل نہیں پاتے مگر قربان جائیں اس پیارے آقا پر جن کا بچپن انتہائی مایوس کن حالت میں گزرا کہ کسی بچے کی ہلاکت کیلئے کافی ہے مگر یہ تکلیف دہ حالات آپ میں نہ تو احساس کمتری پیدا کر سکے اور نہ ہی آپ کو ضدی اور متعصب بنا سکے۔ سب سے پہلا صدمہ آپ کے لئے یہی تھا کہ آپ کی پیدائش سے قبل آپ کے والد کا انتقال ہو گیا اور دوسرے بچوں کی طرح آپ شفقت پدری سے محروم رہے اور جب ماں سے آپ کا لگاؤ ہوا تو ایک غیر وطن میں جا کر آپ کی والدہ بھی آپ . کو چھ سال کی عمر میں داغ مفارقت دے گئیں۔ اب آپ بالکل یتیم رہ گئے۔ اور آپ دادا کی کفالت میں چلے گئے مگر دس سال بعد آپ کو اس پیار سے بھی محروم ہونا پڑا اور آپ اپنے چچا کی پرورش میں چلے گئے۔

اس طرح ایک ایک کر کے آپ کی آنکھوں کے سامنے آپ کے سارے عزیز آپ سے جدا ہو گئے مگر ان حالات کے برعکس آپ کی ذات کے اندر ایسے اخلاق نے جنم لیا جو عموماً ایسے حالات پیدا نہیں کرتے۔

آپ کے اندر حد درجہ صبر و تحمل تھا جب آپ چچا کے گھر میں زیر پرورش تھے تو ان کی خادمہ بیان کرتی ہیں کہ سارے بچے خوب شور و غل مچاتے مگر آپ خاموش رہتے اور سب بچے کھانا جلدی لینے کیلئے جھگڑتے اور ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے۔ مگر آپ خاموشی سے اپنی باری آنے پر کھانا لیتے۔

عزیزوں کی وفات سے متعلق تو قدرتی تکالیف تھیں جو ایک عام انسان پر بھی آجایا کرتی ہیں مگر ابھی تو آپ کو دنیا کے ہادیٔ اعظم بننے پر تکالیف کے ایک لمبے دور سے گزرنا تھا۔

چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو خلعت نبوت سے سرفراز فرمایا اور کہا کہ بلغ ما انزل الیك فان لم تفعل فما بلغت رسالتہ یعنی اے رسول جو کچھ تجھ پر نازل کیا جاتا ہے اس کو کھول کھول کر لوگوں تک پہنچا دے اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو تو نے پیغام پہنچانے کا حق ادا نہ کیا۔

یہ دن آپ پر تکلیف کا ایک ایسا دور لے آیا جو آپ کے ساتھ آخری عمر تک جاری رہا۔ کبھی آپ کو مجنوں کہا جاتا کبھی شاعر کبھی آوازے کسے جاتے آپ کے صحابہ سے بھی استہزاء گالی گلوچ دشنام طرازی تیز سے تیز تر ہوتی جاتی تھی۔ مگر آپ نہ صرف خود صبر کرتے بلکہ صحابہ کو بھی صبر کی ہی تلقین فرماتے۔

کفار مکہ کی بعض ایذا رسانیاں تو روزمرّہ کا معمول بن چکی تھیں۔ آپ کے محلہ دار اور پڑوسی بڑے اہتمام سے آپ کے راستے میں کانٹے بچھاتے تھے۔ نماز پڑھتے وقت شور مچاتے تھے۔ آپ کے راستے میں غلاظت اور کوڑا کرکٹ ڈالا جاتا۔ ان سب باتوں پر آپ نے انتہائی صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا۔ احادیث میں آتا ہے کہ ایک عورت کا روزمرّہ کا معمول تھا کہ وہ بلاناغہ اپنے گھر کا کوڑا کرکٹ آپ کے گھر کے اندر پھینکا کرتی تھی۔ مگر ایک دن جب اس کے گھر سے کوڑا نہیں پھینکا گیا تو آپ اس کے گھر تشریف لے گئے اور اس کی خیریت دریافت کی اس دن وہ بیمار تھی اور یہی وجہ تھی کہ اس دن وہ کوڑا نہ پھینک سکی۔ جب آپ نے اس کی عیادت کی تو اس کو اپنے اس روزمرہ کے فعل پر اس قدر ندامت ہوئی کہ اس نے اسلام قبول کر لیا۔

کفار آپ کو نماز ادا کرنے سے ہمیشہ باز رکھنا چاہتے تھے اور نماز کے دوران بھی آپ پر بسا اوقات حملے ہوتے تھے ایک مرتبہ آپ کوہ صفا کے قریب نماز ادا کر رہے تھے کہ ابو جہل پاس سے گزرا اس نے آپ کو نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا تو انتہائی غلیظ گالیاں دیں اور دست درازی بھی کی مگر آپ نے کمال ضبط کا نمونہ دکھایا اور خاموش رہے اتفاق کی بات ہے کہ حضرت حمزہؓ کی لونڈی اس واقعہ کو دیکھ رہی تھی جب حمزہ شکار سے واپس آئے تو اس نے انہیں طعنہ دیتے ہوئے کہا کہ آج ابو جہل نے تمہارے بھتیجے کو بہت ہی گالیاں دی ہیں۔ اس پر حمزہ فوراً ابو جہل کے پاس گئے اور کہا کہ تم اسے گالیاں دیتے ہو کیونکہ وہ خاموش رہتا ہے سنو آج سے میں بھی اس کے ساتھ ہوں۔

الغرض وہ گالیاں جو ایک لونڈی کو بھی برداشت نہ ہوئیں جن کی معاشرے میں کچھ عزت نہیں ہوتی۔ حضرت رسول اکرم صلعم نے کمال صبر اور ضبط سے انہیں برداشت کیا۔

جب مکہ والوں کی مخالفت اور تکالیف بہت بڑھ گئیں تو آپ نے مکہ سے دور طائف کو اپنا پیغام پہنچانے کا ارادہ کیا۔ طائف مکہ معظمہ سے چالیس پینتالیس میل دور دامن کوہ میں اپنی زرعی پیداوار کی وجہ سے خوشحال علاقہ تھا۔ آپ زید بن حارثہ کے ساتھ طائف گئے اور انہیں دعوت اسلام دی۔ انہوں نے استہزاء کے ساتھ دعوت کو ٹھکرا دیا اگر وہ اسی پر بس کرتے تو بھی ٹھیک تھا مگر ان بد بختوں نے تو ہمارے پیارے آقا کے پیچھے اوباش لونڈوں کو لگا دیا۔ جو دنیا کے عظیم ترین انسان پر آوازے کستے ہنستے دشنام طرازی کرتے رہے حتیٰ کہ آپ کا مقدس خون طائف کی گلیوں میں بہنے لگا اور وہ برابر طائف سے تین میل دور تک آپ کو اسی طرح پتھر برساتے ہوئے چلتے رہے۔ اس سے آپ کو بہت دکھ ہوا ایک بار حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ سے پوچھا تھا کہ حضور آپ کی زندگی کا تکلیف دہ دن کون سا تھا۔ تب آپ نے اسی دن کے متعلق ذکر کیا اور ایک مرتبہ اپنے صحابہ کے درمیان بیٹھے ہوئے بھی آپ نے اس کا ذکر کیا فرمایا ایک پیغمبر کو اس کی قوم نے اس قدر مارا کہ اس کو لہو لہان کر دیا وہ اپنے چہرے سے خون پونچھ رہا تھا اور کہہ رہا تھا اے اللہ میری قوم کو معاف فرما یہ جانتے نہیں۔

چنانچہ جب آپ طائف سے نکلے تو ایک باغ میں آکر آپ نے پناہ لی۔ اس وقت آپ کے پاس پہاڑوں کا فرشتہ آیا اور اس نے کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں طائف کی بستی کو ان دو پہاڑوں کے درمیان کچل دوں مگر آپ نے فرمایا کہ نہیں نہیں ایسا مت کرنا کیونکہ یہ لوگ نہیں جانتے کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔

یہ واقعہ نہ صرف آپ کے صبر و تحمل پر روشنی ڈالتا ہے بلکہ اس سے آپ کا عفو اور رحم بھی عیاں ہے اور آپ کا ان کو معاف فرما دینا بے فائدہ نہیں گیا کیونکہ فتح مکہ کے بعد طائف کے ایک سردار نے آکر اپنی قوم کی طرف سے بیعت کر کے اسلام قبول کر لیا۔

کفار مکہ کی اذیتیں آپ کی ذات سے بھی متعلق تھیں اور جو صحابہ کو تکالیف دی جاتیں تھیں وہ بھی دراصل آپ کے قلب مطہر پر ہی گرتی تھیں اور صحابہ کی تکالیف سن کر آپ کا سینہ چھلنی ہو جاتا تھا۔ مگر ان سب کے باوجود آپ اپنے صحابہ کو صبر کی تلقین فرماتے ایک مرتبہ آپ بازار سے گزرے تو دیکھا کہ چند لوگ عمارؓ کے خاندان کو شدید اذیتیں دے رہے تھے آپ ان کے پاس سے گزرے تو فرمایا اے عمار صبر کرو اے ام عمار صبر کرو!"

کفار آپ کو عبادت بھی ٹھیک طرح نہیں کرنے دیتے تھے آپ کی عبادت میں ہر طرح کی روکاوٹیں ڈالنے کی کوششیں کی جاتی تھیں ایک مرتبہ آپ نماز ادا کر رہے تھے کہ ایک بد بخت شخص آیا اور پیچھے سے آپ کی گردن میں کپڑا ڈال کر اتنی زور سے کھینچا کہ آپ کی آنکھیں باہر نکلنے لگیں۔ تب حضرت ابو بکرؓ آگئے اور انہوں نے آپ کو آکر چھڑایا اور کہا کہ کیا تم اس شخص کو صرف اس لئے مارتے ہو کہ یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ اس پہ ان کفار نے ابو بکرؓ کو اتنا مارا کہ آپ بے ہوش ہو گئے اور لوگ آپ کو اٹھا کر گھر لائے یہ صرف ایک واقعہ نہیں بلکہ مخالفین آئے دن نئی سے نئی تجاویز سوچ کر آپ کو دکھ دے رہے تھے اور آپؐ مجسم صبر کا نمونہ بن کر اُن کی ان تمام تدابیر کو ناکام بناتے چلے جا رہے تھے۔ ایک بار ان بد بختوں کو ایک نئی شرارت سوجھی کفار مکہ خانہ کعبہ میں بیٹھے تھے اور رسول اللہ صلعم نماز ادا کر رہے تھے۔ اتنے میں ایک شخص نے کہا کہ فلاں جگہ اونٹ ذبح کیا گیا ہے کیا تم میں کوئی ایسا نہیں جو جا کر اونٹ کی اوجھڑی اٹھا لائے اور لا کر (نعوذ باللہ) محمد ﷺ پر رکھ دے چنانچہ ان میں سے ایک بد بخت گیا اور واقعی اونٹ کی اوجھڑی اُٹھا لایا اور لا کر آپ کے سر مبارک پر جب آپ سجدہ میں تھے رکھ دی۔ ہمارے پیارے آقا سجدہ کی حالت میں تھے کہ حضرت فاطمہ آئیں انہوں نے دیکھا اور وہ اوجھڑی وہاں سے ہٹا دی۔ تب آپ نے اپنا سر اٹھایا۔

یہ تمام واقعات آپ کے صبر اور تحمل کے بلند معیار کو خوب واضح کرتے ہیں دنیا میں اتنا نہ کسی کو ستایا گیا اور نہ ہو سکتا ہے کہ کوئی اتنا ستایا جائے اور پھر بھی وہ اپنے دشمنوں کو لا تثریب علیکم الیوم کی "سزا" سنائے۔

علاوہ ازیں آپ پر ایک تکلیف دہ دور اُس وقت بھی گزرا جب وہ مذموم مقاطعہ تیار کر کے خانہ کعبہ میں لٹکایا گیا اور سارے مکہ والوں نے مسلمانوں سے جنہیں وہ صابی کہا کرتے تھے مکمل سوشل بائیکاٹ کر لیا اور مسلمانوں پر باوجود زمین فراخ ہونے کے تنگ ہو گئی۔

محرم نبوی میں مکہ کے تمام قبائل نے مل کر ایک معاہدہ کیا جو مقاطعہ کے نام سے مشہور ہے کہ خاندان بنو ہاشم سے بائیکاٹ کر دیا جائے اور مکہ کا کوئی بھی شخص ان لوگوں سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہ رکھے نہ خرید و فروخت کرے بہر حال مسلمان شعب ابی طالب میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے۔ ہر کوئی سمجھ سکتا ہے کہ یہ زمانہ مسلمانوں کیلئے انتہائی تکلیف دہ تھا اور سب سے زیادہ تکلیف دہ رسول کریم صلعم کے لئے تھا جو اپنی نازک طبیعت کے علاوہ اس ایذا رسانی کے اولین مطمحِ نظر تھے۔

الغرض یہ زمانہ حضرت رسول اکرم صلعم نے انتہائی صبر اور بلند حوصلہ کرتے ہوئے گزارا۔ اس زمانہ میں مسلمانوں کی خوراک بسا اوقات سوکھے پتے اور چمڑے اُبال کر آگ پر گرم کر کے کھا لینا تھی ایک صحابی کہتے ہیں میں ایک دن بھوک سے تنگ آکر باہر نکلا اور میرے پاؤں کے نیچے کوئی نرم چیز تھی اندھیرے میں میں نے اس کو بغیر دیکھے نگل لیا اور مجھے آج تک پتہ نہیں وہ کیا چیز تھی بہر حال یہ حالات تین سال تک جاری رہے اور پھر مسلمانوں کو اپنے گھروں کو آنے کی اجازت ملی۔ اس دور کے تفصیلی حالات پڑھنے سے انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پس ہزاروں ہزار درود اس محسن اعظم پر اور ہزاروں ہزار درود اس کی جماعت پر جنہوں نے کمال صبر کا نمونہ دکھایا۔ ہم قیامت تک ان کے ممنون احسان رہیں گے کیونکہ یہ انہیں کی قربانیوں کا ثمرہ ہے کہ ہم آج اسلام جیسی نعمت عظمیٰ سے مستفیض ہو رہے ہیں۔

تین سال کے بعد یہ مقاطعہ تو ختم ہو گیا مگر رسول اکرم صلعم کیلئے یہ مقاطعہ آپ کے دو عزیز رشتہ داروں سے جدائی کا موجب بنا۔ ایک حضرت خدیجہ آپ کی ہر دُکھ سکھ کی رفیقہ اور دوسرے والد کے قائمقام چچا ابو طالب ان کی وفات کا صدمہ آپ کے لئے بہت بڑا تھا مگر آپ نے کمال صبر اور تحمل سے اسے برداشت کیا۔ ان کی وفات کے بعد آپ کی تکالیف اور کفار کی ایذا رسانیوں میں اضافہ ہونا عام بات تھی۔

ایک مرتبہ آپ بازار سے گزر رہے تھے کہ ایک عورت نے گھر سے لا کر راکھ آپ کے سر پر پھینک دی آپ خاموشی سے گھر چلے آئے حضرت فاطمہؓ آپ کے سر سے راکھ دھوتی جاتی تھیں اور روتی جاتی تھیں۔ مگر

آپ نے انہیں بھی صبر کی تلقین کی اور فرمایا کہ اے فاطمہ چپ ہو جا خدا تیرے باپ کو ہلاک نہیں کرے گا۔

بالآخر کفار مکہ نے جب دیکھا اتنا سب کچھ بھی آپ کے پائے ثبات کو متزلزل نہیں کر سکا تو انہوں نے اس نور نبوت کو اپنے منہ کی پھونکوں سے ہمیشہ ہمیش کیلئے بجھا دینا چاہا۔ لیکن خدا تعالیٰ تو اس نور کو سارے عالم میں روشن کرنا چاہتا تھا۔ لہٰذا آپ مکہ سے نہایت بے سرو سامانی کے عالم میں ہجرت کر کے مدینہ کیلئے روانہ ہوئے۔ مکہ سے روانگی کے وقت آپ کے الفاظ آپ کی قلبی کیفیت کو خوب واضح کرتے ہیں۔

"اے مکہ تو مجھے سب سے عزیز ہے مگر تیرے رہنے والے مجھے یہاں رہنے نہیں دیتے۔"

الغرض ہجرت مدینہ کے بعد اگرچہ مسلمان بہ نسبت پہلے کے کافی امن میں آگئے تھے مگر اب ایذا رسانیوں اور تکالیف کی نوعیت بدل چکی تھی۔ اب تکالیف اور رنگ میں ظاہر ہو رہی تھیں۔ ہجرت کے دو سال بعد آپ کو جنگ بدر لڑنا پڑی کفار مکہ نے مدینہ میں بھی مسلمانوں کو چین سے بیٹھنے نہ دیا۔ ان پر زبردستی پے در پے جنگیں تھوپی گئیں۔ جنگ بدر میں کفار کے بڑے بڑے رؤسا مارے گئے اس بات نے ان کو مزید غصہ ور بنا دیا۔

جنگ اُحد کا دن رسول اللہ صلعم پر بہت شدید گزرا تھا کفار نے آپ کے چہرہ مبارک کو گھائل کر دیا آپ کے دو دانت شہید ہو گئے اسی طرح خود کے دو کیل آپکے جسم مبارک میں دھنس گئے جن کو بعد میں بہت مشکل سے نکالا جا سکا۔ ان تمام واقعات پر آپ نے صبر کیا اور سب سے زیادہ تکلیف آپ کو احد کے دن حضرت حمزہ کی دردناک شہادت سے ہوئی جن کا کلیجہ چیر کر ہندہ چبا گئی تھی۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر حد درجہ تحمل و شجاعت اور توکل علی اللہ پایا جاتا تھا۔ ایک جنگ کا ہی واقعہ آتا ہے کہ لشکر ایک جگہ پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ حضرت رسول اکرم صلعم نے اپنی تلوار ایک درخت سے لٹکا دی اور آرام فرماتے ہوئے آپ سو گئے اتنے میں ایک اعرابی جو اسی تاک میں تھا اس نے آپ کی ہی تلوار اٹھا کر آپ پر سونتی اور آپ کو اٹھا کر کہا کہ اے محمد صلعم اب تجھے میرے ہاتھوں سے کون بچا سکتا ہے دشمن کے ہاتھ میں تلوار ہے اور آپ نہتے ہیں مگر آپ نے انتہائی تحمل اور توکل علی اللہ کرتے ہوئے فرمایا کہ میرا اللہ۔ جس پر اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی۔

چنانچہ آپ نے اُس کو معاف فرما دیا۔ حضرت رسول اکرم صلعم کی ساری زندگی محنت و مشقت میں گزری تھی آپ کی طبیعت بہت نازک مزاج تھی مگر آپ انتہائی فاقہ کش طبیعت واقع ہوئے۔ جنگ خندق کے زمانہ میں جبکہ مدینہ عام طور پر غربت و افلاس اور قحط سالی کے دور سے گزر رہا تھا ہر کوئی تکلیف میں تھا۔ ایک صحابی نے عرض کی کہ حضور مجھ پر اس قدر فاقہ ہے کہ میں نے پیٹ پر پتھر باندھا ہوا ہے چنانچہ اس پر آپ نے اپنے پیٹ پر سے کپڑا ہٹا دیا آپ نے اپنے پیٹ پر دو پتھر باندھے ہوئے تھے۔

انہی دنوں میں آپ کو اپنے بعض بچوں کی وفات کا صدمہ بھی برداشت کرنا پڑا۔ آپ کی ساری نرینہ اولاد بچپن میں ہی وفات پا گئی تھی اور جو بیٹیاں بڑی ہوئیں ان میں سوائے حضرت فاطمہ کے باقی سب نے آپ کے سامنے دم توڑا۔ ان کی وفات پر آپ نے کسی قسم کے شکوہ کا اظہار نہیں فرمایا بلکہ ایک مرتبہ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے مگر زبان بالکل خاموش تھی۔

بسا اوقات بعض اپنوں کی باتوں سے بھی آپ کا دل بہت دکھتا تھا مگر آپ انتہائی صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتے احادیث میں آتا ہے کہ ایک عورت کے پاس سے آپ کا گزر ہوا جو قبر پر بیٹھی رو رہی تھی وہ قبر اس کے بچے کی تھی جو کم عمری میں فوت ہو گیا آپ نے اُسے فرمایا کہ صبر کرو اس پر اس نے جواب دیا کہ تم پر ایسی مصیبت نہیں۔ آئی اس لئے تم ایسا کہتے ہو اس نے آپ کو دیکھا نہ تھا۔ جب اسے بتایا گیا کہ یہ تو رسول اللہ صلعم تھے جن کے ایک دو نہیں سارے بچے بچپن میں فوت ہوئے تھے تو وہ دوڑتی ہوئی معذرت طلب کرنے آپ کے پاس آئی اور کہا کہ حضور میں اب صبر کرتی ہوں آپ نے فرمایا کہ اصل صبر تو صدمہ کے آغاز میں ہی ہوتا ہے ورنہ رو دھو کر تو ہر کوئی صبر کر ہی لیتا ہے۔

اسی طرح آپ کیلئے حضرت عائشہ پر بہتان لگانے کا واقعہ بھی بڑا گراں تھا۔ مگر آپ نے ان خبیث بدبختوں کو معاف کر دیا جو اس واقعہ افک کے روح رواں تھے۔ دوبارا ایسا واقعہ ہوا کہ آپ کو مسلمان کہلانے والوں کی طرف سے انتہائی تکلیف پہنچی مگر اس پر آپ کا نمونہ کمال صبر و تحمل پر مبنی ہے لہٰذا اسے درج کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں۔ ایک واقعہ جسے سورۃ المنافقون میں بھی بیان کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ منافقین کے سردار ابی بن ابی سلول جو بظاہر اسلام کا دعویدار تھا مگر اندر اندر سے آپ کے اور مسلمانوں کے خلاف سازش کرنے میں سب سے آگے تھا۔ ایک جنگ کے موقعہ پر اس نے یہ کہا کہ مدینہ پہنچ کر مدینہ کا سب سے معزز انسان (وہ خود) مدینہ کے سب سے ذلیل آدمی (نعوذ باللہ محمد صلعم) کو نکال دے گا۔ یہ بات آپ تک پہنچ گئی مگر آپ نے اُسے معاف فرما دیا۔

اسی طرح غزوۂ حنین کے موقعہ پر جبکہ آپ مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے بعض انصاری نوجوانوں نے کہا کہ خون تو ہماری تلواروں سے ٹپک رہا ہے اور مال غنیمت قریش یعنی مکہ والے لے جا رہے ہیں اس بات نے آپ کو بہت صدمہ پہنچایا اس وقت آپ نے کمال صبر اور تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے وہ خطبہ دیا جو پڑھنے کے لائق ہے آپ نے فرمایا

"اے انصار کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ لوگ اونٹ اور بکریاں لے جائیں اور تم محمدؐ کو اپنے گھر لے جاؤ"

الغرض آپ کی ساری زندگی دکھوں تکلیفوں اور مصائب و آلام سے پر تھی مگر آپ مجسم صبر و تحمل تھے اور اس پر مستزاد یہ ہے کہ آپ اس شکر کے مقام میں داخل ہو چکے تھے حضرت عائشہؓ کے ایک سوال کے جواب میں آپ نے کتنا عظیم جواب دیا کہ کیا میں خدا تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں "اللہ اللہ کیا شان ہے آپ کی تکالیف کے دور سے گزرتے ہوئے بھی آپ کو صرف خدا تعالیٰ کے احسانات ہی نظر آتے ہیں۔

آپ کی ساری سیرت کا مطالعہ کر لیں ایک حرف بھی کہیں کوئی شکوے کا نہیں ملے گا۔ اگر مضمون ملتا ہے تو شکر و حمد کا فتح مکہ کا دن وہ عظیم دن تھا کہ اگر آپ چاہتے تو مکہ والوں سے اس ایک ایک ظلم کا انتقام لیتے جو انہوں نے آپ پر کئے تھے مگر یہ کیا کہ خدا کا عظیم فرستادہ اس مفتوح بستی میں اس حال میں داخل ہوتا ہے کہ راوی کہتے ہیں کہ آپ اونٹنی پر سوار تھے اور اس قدر عاجزی و انکساری کی کہ گردن اونٹ کے ساتھ لگ رہی تھی

للھم صل علی محمد و علی ال محمد۔ آپ نے کبھی کسی سے بھی اپنی ذات کی خاطر بدلہ نہیں لیا۔ ہمیشہ اپنے قصور واروں کو معاف فرما دیا اور ایسے صبر اور کمال ضبط کا نمونہ چھوڑا ہے جس کی نظیر گذشتہ زمانے میں تو نہیں ملتی آئندہ بھی ناممکن ہے۔

حضرت رسول اکرم صلعم کے صبر کے متعلق حضرت اقدس مسیح موعود فرماتے ہیں "ہمارے سید و مولیٰ اور آپ کے صحابہ کا صبر کسی مجبوری سے نہیں تھا بلکہ اس صبر کے زمانہ میں بھی آپ کے جاں نثار صحابہ کے وہی ہاتھ اور بازو تھے جو جہاد کے حکم کے بعد انہوں نے دکھائے۔۔۔ ایسا ہوا تا لوگوں کو معلوم ہو کہ جو مکہ میں دشمنوں کی خون ریزیوں پر صبر کیا گیا تھا اس کا باعث کوئی بزدلی اور کمزوری نہیں تھی بلکہ خدا کا حکم سن کر انہوں نے ہتھیار ڈال دئے تھے اور بکریوں اور بھیڑوں کی طرح ذبح ہونے کو تیار ہو گئے تھے۔

[رسالہ جہاد صفحہ ۹]

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں آپ کے اُسوۂ حسنہ پر عمل کرتے ہوئے صبر کے اعلیٰ نمونے پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

بقیہ : صفحہ ۱۵

ﷺ کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں تو ایک وفا شعار شاگرد اور ایک احسان مند خادم کی حیثیت میں اپنا ہر پھول آپ کے قدموں میں ڈالتے چلے جاتے ہیں اور بار بار عاجزی کے ساتھ عرض کرتے ہیں کہ آقا! یہ سب کچھ آپ ہی کی طفیل ہے میرا تو کچھ بھی نہیں۔ چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں :۔

"میں اسی خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جیسا کہ اس نے ابراہیم سے مکالمہ مخاطبہ کیا اور پھر اسمٰعیل سے اور اسحٰق سے اور یعقوبؑ سے اور یوسفؑ سے اور موسیٰؑ سے اور مسیح ابن مریم سے اور سب کے بعد ہمارے نبی ﷺ سے ایسا ہمکلام ہوا ہے کہ آپؐ پر سب سے زیادہ روشن اور سب سے زیادہ پاک وحی نازل کی ایسا ہی اس نے مجھے بھی اپنے مکالمہ مخاطبہ کا شرف بخشا ہے مگر یہ شرف مجھے محض آنحضرت ﷺ کی پیروی سے حاصل ہوا ہے اگر میں آنحضرت ﷺ کی امت میں نہ ہوتا اور آپ کی پیروی نہ کرتا تو اگر دنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے تو پھر بھی میں ہر گز کبھی یہ شرف مکالمہ مخاطبہ کا نہ پاتا "

ایک اور جگہ اپنی ایک نظم میں آنحضرت ﷺ کے عشق میں متوالے ہو کر فرماتے ہیں :۔

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اس کا ہے محمد دلبر مرا یہی ہے
اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

ان اشعار میں حضرت مسیح موعودؑ نے جس رنگ میں رسول پاک ﷺ کے انوار و فضائل کی وسعت اور ان کے افاضہ اور اس کے مقابل پر اپنی عاجزی اور انکساری اور آپؐ کے انوار سے اپنے استفاضہ کا ذکر فرمایا ہے وہ کسی تشریح کا محتاج نہیں۔ دنیا کی تمام برکتوں اور تمام نوروں کو آنحضرت ﷺ کی ذات والا صفات کی طرف منسوب کر کے اپنے آپ کو ان انوار کے ساتھ اس طرح پیوست کیا ہے کہ جس طرح ایک بڑے طاقتور پاور سٹیشن کے ساتھ بجلی کی تاریں مل کر دنیا کو منور کیا کرتی ہیں۔

(۱۵)

اسی طرح آپ آنحضرت ﷺ کی برکات طیبات کا ذکر کرتے ہوئے دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ :۔

" ایک رات اس عاجز نے اس کثرت سے آنحضرت ﷺ پر درود شریف پڑھا کہ دل و جان اس سے معطر ہو گیا اسی رات میں نے خواب میں دیکھا کہ خدا کے فرشتے آب زلال کی شکل پر نور کی مشکیں اس عاجز کے مکان پر لئے آتے ہیں اور ایک نے ان فرشتوں میں سے کہا کہ یہ وہی برکتیں ہیں جو تو نے محمد کی طرف بھیجی تھیں۔ "صلی اللہ علیہ وسلم"

الغرض آنحضرت ﷺ کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایسا عشق تھا کہ اس کی مثال نہیں ملتی۔ آپ کی جان اس عشق میں بالکل گداز تھی ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنے کانوں سے سنا اور اپنے اس ظاہری و باطنی سے محسوس کیا کہ آپ کا ذرہ ذرہ محمدؐ اور خدائے محمدؐ اور دین محمدؐ پر قربان تھا۔ آپ اپنی ایک نظم میں بڑے دردناک انداز میں فرماتے ہیں کہ :۔

دے چکے دل اب تن خاکی رہا
ہے یہی خواہش کہ ہووہ بھی فدا
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوف عقاب

بس اس کے سوا میں اس جگہ عشق رسول کے بارے میں کچھ نہیں کہوں گا۔ کیونکہ ایک وسیع سمندر میں سے انسان صرف چند چلو ہی بھر سکتا ہے اس لئے اس عنوان کے تحت اب میرے لئے صرف یہی دعا باقی ہے۔ اللھم صل علی محمد وعلی ال محمد وعلی عبدك المسيح الموعود وبارك وسلم ويايها الذين امنو صلوا عليه وسلموا تسليماO

PRIME AUTO PARTS
HOUSE OF GENUINE SPARES
AMBASSADOR
&

MARUTI
P, 48 PRINCEP STREET
CALCUTTA- 700072 ☎ 26-3287

M/S NISHA LEATHER
Specialist in Leather Belts,
Ladies & Gents Bag, Jachets Wallets etc.
19A, Jawahar Lal Nehru Road
Calcutta- 700081 ☎ 2457153

منقولات

جمیعت العلماء ہند کا جلسہ 'تحفظ ختم نبوت'

عوام کی عدالت میں

دیوبندیوں نے ۱۴ر جون کو جامع مسجد کے نزدیک اردو پارک میں 'تحفظ ختم نبوت' کے نام پر ایک جلسہ کر کے جماعت احمدیہ کے خلاف ملک گیر مہم چلانے کا دعویٰ کیا اور حکومت ہند سے یہ مضحکہ خیز درخواست بھی کی ہے کہ حکومت احمدیوں کو غیر مسلم قرار دے ساتھ ہی جلسہ میں اپنی پرانی عادت کے مطابق بانئ جماعت احمدیہ پر طرح طرح کے جھوٹے الزامات لگائے گئے جن کا جواب متعدد مرتبہ جماعت احمدیہ کی طرف سے دیا جا چکا ہے۔

اس مرتبہ کے جلسہ میں دیوبندیوں نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ ان کے ساتھ بریلوی جماعت اہل حدیث۔ اور دیگر مکتبہ فکر کے گروپ بھی دیوبندیوں کے خلاف لگائے گئے سنگین فتووں سے تائب ہو کر اب اس مہم میں دیوبندیوں کے ساتھ شامل ہو گئے ہیں۔

لیکن اس جلسہ کا عوام پر کیا اثر ہوا ہم ذیل میں اخبارات کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں۔

قادیانیت کے خلاف جلسہ غیر ضروری

دہلی وقف بورڈ کے چیئرمین مسٹر سراج پراچہ کا بیان

نئی دہلی۔ ۱۳ر جون (اپنے نمائندے سے) دہلی وقف بورڈ کے چیئرمین مسٹر پراج پراچہ نے "قادیانیت" کے خلاف کل کئے جانے والے جلسے کو غیر ضروری قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ کچھ لوگ اس فتنے کا ہوّا دکھا کر مسلمانوں میں اپنی کھوئی ہوئی ساکھ دوبارہ حاصل کرنا چاہتے ہیں مسٹر پراچہ نے کہا کہ اس سلسلہ میں چسپاں کرائے گئے پوسٹر میں ان کا بھی نام ہے جبکہ ان کا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ انہوں نے وضاحت کی کہ جس طرح رشدی کی کتاب کے خلاف شدت کا رویہ اختیار کر کے اسے پوری دنیا میں شہرت دلادی گئی اسی طرح کچھ لوگ قادیانیت کے فتنہ کو دوبارہ زندہ کرنا چاہتے ہیں جبکہ قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا جا چکا ہے۔ انہوں نے کہا اس وقت مسلمانوں میں بیداری آئی ہوئی ہے اور ایسے وقت میں تعلیمی و اقتصادی ترقی کے عمل سے ان کی توجہ ہٹانا کسی طرح مناسب نہیں۔

(قومی آواز نئی دہلی ۱۴ر جون ۹۷)

ہماری غیرت کا اصل تقاضہ تو یہ ہے کہ دنیا میں ایک قادیانی بھی زندہ نہ بچے۔ پکڑ پکڑ کر خبیثوں کو ماردیں

......یوسف لدھیانوی پاکستانی دیوبندی عالم......

پاکستانی عالم محمد یوسف لدھیانوی کی دیوبندیوں کو نصیحت پر دہلی کے غیور مسلمانوں کا ردعمل

مکرمی!

آج کل دہلی کے نواحی اور دیہی علاقوں میں قادیانی نظریات کے خلاف جمیعۃ العلماء ہند اور اس کی ہم نوا تنظیم "مجلس تحفظ ختم نبوت" کے ذریعہ زور شور سے مہم چلائی جارہی ہے اور علاقے علاقے مسجدوں کے باہر سڑکوں پر لاؤڈ اسپیکر کا استعمال کرتے ہوئے جلسے منعقد کئے جارہے ہیں بھڑکاؤ تقاریر کے ذریعہ ماحول کو گرمایا جارہا ہے یہ بھی تشہیر کی جارہی ہے کہ آئندہ ۱۴ر جون کو اردو پارک میں ایک عظیم الشان جلسہ ہوگا جس میں امام بخاری بھی شامل ہوں گے۔

دہلی کی کئی بستیوں میں قادیانیوں نے اپنے نظریات کے فروغ کیلئے چھوٹے چھوٹے مراکز قائم کر کے تھوڑی تھوڑی مالی امداد فراہم کر کے غریب اور کمزور مسلمانوں کو گمراہ کرنے کا کام چلا رکھا ہے۔ اس کے لئے یقیناً کچھ کیا جانا ضروری ہو گیا تھا۔ مگر جمیعۃ اور اس کے رفقاء کار نے جو طریقہ اختیار کیا ہے وہ نامناسب اور ناموزوں ہے۔

۱...... ایک طریقہ تو یہ تھا کہ جس طرح قادیانی حضرات اپنے نظریہ کو پھیلا رہے ہیں اس کی کاٹ کیلئے اتنا ہی جامع پروگرام مرتب کر کے علاقے علاقے مراکز قائم کر کے اپنے حق میں بہتر اور موثر ڈھنگ سے انفرادی رابطے کے ذریعے بیداری لائی جاسکتی تھی۔ امن پسند طریقہ کار کے ذریعہ راستہ تنگ کیا جاسکتا تھا جس سے عام سیدھے سادے مسلمان شکار ہونے سے بچنے میں اہل ہو سکتے یہ کام دیر طلب، وقت طلب، آزمائش طلب، قربانی طلب ہے اور ظاہر ہے جمیعۃ اتنی مشقت نہیں کر سکتی بلکہ شارٹ کٹ اور آسان راستہ اختیار کرنے کو ترجیح دی ہے۔

۲...... قادیانی فرقہ اپنی تمام تر صلاحیتوں اور وسائل کا استعمال کر کے بھی دس سال تک جو تشہیر حاصل نہیں کر سکتا تھا جمیعۃ اور اس کے ہم نوا تنظیم نے دس دنوں میں فراہم کر دی۔

۳...... اس مہم میں جو پمفلٹ تقسیم کئے جارہے ہیں اس میں سے ایک جسے مولانا یوسف لدھیانوی نے لکھا ہے اس کا نام "قادیانیوں اور دوسرے کافروں کے درمیان فرق" کے صفحہ ۲۱ پر درج ہے کہ "اب مسلمانوں کی غیرت کا تقاضہ کیا ہونا چاہئے؟ ہماری غیرت کا اصل تقاضہ تو یہ ہے کہ دنیا میں ایک قادیانی بھی زندہ نہ بچے پکڑ پکڑ کر خبیثوں کو ماردیں۔۔۔ ہم کسی مذہبی ریاست میں نہیں بلکہ سیکولر ریاست میں رہ رہے ہیں اور ہمارے عمل اسی کی مناسبت سے ہونا چاہئے جہاں اپنے نظریہ کے حق میں اس قدر شدت پسندی قطعی مناسب نہیں مسلمانوں کے سامنے جو حیثیت قادیانیوں کی ہے وہی ہندوؤں کے سامنے مسلمانوں کی ہے۔ اگر آج فرقہ پرست مسلمانوں کی مذمت نہیں کی گئی ہم فرقہ پرست ہندوؤں کی مذمت کرنے کا حق کھو دیں گے۔ آج اس مسئلہ کی پشت پر بھی یہی فرقہ پرست اور صیہونی قوتیں ہیں جن سے ہندوستانی سماج کے اتحاد کو خطرہ لاحق ہے۔ ایک اطلاع کے مطابق وشو ہندو پریشد نے ۵۰۰ کروڑ روپے سے ایک فوج بنائی ہے جس میں سابقہ فوجیوں سول سروس سے ریٹائرڈ افراد اور بے روزگار نوجوانوں کو شامل کیا گیا ہے جس کا مقصد یہ بتایا جارہا ہے کہ ہندو دھرم سے تبدیلی مذہب کو روکنا ہے۔ اس کا نام دن پرستھ سنگھ رکھا گیا ہے اور دائرہ عمل سب سے پہلے گجرات کو بنایا جارہا ہے ہندوستان میں اسلام کو قادیانیت سے اتنا بڑا خطرہ لاحق نہیں ہے جتنا وشو ہندو پریشد جیسی انتہا پسند تنظیموں سے ہے۔ اس لئے جمیعۃ کو پہلے وشو ہندو پریشد کے جواب میں کچھ کرنا چاہئے۔

ہمارا ختم نبوت پر مکمل ایمان ہے اور ہم قادیانی نظریات کے مکمل خلاف ہیں مگر ہم جمیعۃ کے طریقہ کار سے متفق نہیں ہمارے ذہنوں میں چند سوالات ابھرتے ہیں۔ آخر ہندوستانی مسلمانوں کی روایتی قیادت بے راہ روی کا شکار کیوں ہے بنیادی اور اہم مسائل سے روگرانی میں کیا پوشیدہ ہے؟ اور مسلمانوں کو غیر ضروری مسائل میں الجھا کر ہمارے رہنما کیا حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

اس مہم کے ذریعہ سے ایک مردہ تنظیم میں نئی جان پھونکنے کی ناکام کوشش اور سیاسی منظر نامے پر اپنے وجود کا احساس کرانے کے سوا اور کیا مقصد ہو سکتا ہے۔

(معین اختر انصاری۔ سید عابد حسین۔ ڈاکٹر ایم زیڈ صدیقی۔ ساکنان دلشاد گارڈن دہلی ۹۵)

(قومی آواز دہلی 14.6.97)

یہ دیوبند کے مفتی اور ان کے فتوے

مقدور ہو تو رکھوں ساتھ نوحہ گر کو میں

جناب انور علی ایڈووکیٹ روزنامہ قومی آواز نئی دہلی ۱۴ر جون ۹۷ میں دیوبندی مفتیوں کے فتووں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"قومی آواز کے پڑھنے والوں کیلئے دو واقعات لاؤڈ سپیکر پر اذان سے متعلق پیش ہیں۔

۱۔ یہ ۱۹۶۲ کی بات ہے سہارنپور کی ایک مسجد میں پہلی بار جمعہ کی اذان، اقامت اور نماز کیلئے لاؤڈ اسپیکر عارضی طور پر متولی مسجد اور سہارنپور جماعت اسلامی سے متعلق سید مہتاب علی شاہ صاحب نے لگوایا۔ نماز تو خیریت سے گزر گئی لیکن اس کے بعد طوفان آگیا۔ متولی صاحب پر "مودودیت" کا الزام تو پہلے سے ہی تھا اب "مردود" بھی ہو گئے کہ لوگوں کی نمازیں خراب کرنے پر اترے ہیں۔

اس پر فتویٰ مظاہر علوم اور دار العلوم سے لیا گیا۔ دار العلوم کے مفتی صاحب نے فتویٰ صادر فرمایا کہ...... "یہ حرام ہے اس کی آواز ققنس کی آواز سے ملتی ہے۔ پہلے راقم اس کے مباح ہونے کا فتویٰ دیتا تھا اب رجوع کر لیا ہے۔ اور مظاہر علوم کے مفتی صاحب نے فتویٰ صادر فرمایا کہ یہ حرام ہے جس نے لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھی اور مقتدی نے جماعت میں اقتداء کیا اس کو چاہئے کہ دہرالے۔"

مفتی صاحب نے مزید فرمایا کہ...... "میں نے بھی حج کے دوران مکہ اور مدینہ میں لاؤڈ اسپیکر پر جماعت کی نمازیں پڑھیں ان کو آکر دہرالیا"۔

اب مظاہر علوم اور دار العلوم کی مساجد میں لاؤڈ اسپیکر پر نمازیں ہو رہی ہیں۔

۲...... ۱۹۶۶ء میں حکیم عبد الحق مرحوم جو جمیعۃ علماء ہند کے اہم رہنما رہے ہیں نے بحیثیت متولی جامع مسجد سہارنپور کے بلند میناروں پر لاؤڈ اسپیکر لگوایا۔ کچھ ری ایکشنری جن سنگھی ہندوؤں نے منہ بنایا مگر پھر ایک دو ہفتہ بعد ردعمل یہ ہوا کہ رامیشور مندر اور جامع مسجد کے قریب دال منڈی میں ہو ہنومان مندر پر بھجن اور آرتی لاؤڈ اسپیکر پر شروع ہو گئی اور اب بقائے باہم کے اصول پر عمل ہو کر جامع مسجد میں مغرب اور فجر کی نماز ہوتی ہے اور اسی وقت ہنومان مندر سے لاؤڈ اسپیکر پر بھجن کی آواز سہارنپور کے باشندے سنتے ہیں۔

احتشام قریشی صاحب کی بات صحیح ہے کہ لاؤڈ اسپیکر کا استعمال بنیادی مذہبی حق ہر گز نہیں ہے اور ایڈمنسٹریشن کو یہ اختیار ہر وقت حاصل ہے کہ وہ عوام کی صحت اور انتظامی معاملات کے پیش نظر ایسے مذہبی حق کے استعمال پر پابندی لگادے۔ (قومی آواز دہلی 14.6.96) (مرسلہ: محمد شمیم رڑکی)

سرکردہ مسلم رہنماؤں کا قادیانیوں کے خلاف ملک گیر تحریک چلانے کا فیصلہ

قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا جائے، مذہب کے نام پر مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش ناقابل برداشت۔ مسلم علماء

نئی دہلی۔ ۱۳ر جون (نمائندہ عوام) سرکردہ مسلم رہنماؤں اور علماء نے آج مرکز سے مطالبہ کیا ہے کہ احمدیوں (قادیانیوں) کو غیر مسلم قرار دیا جائے ساتھ ہی یہ بھی فیصلہ کیا ہے کہ قادیانیوں کے "گھناؤنے منصوبوں اور اسلام دشمن سرگرمیوں" کو بے نقاب کرنے اور مسلمانوں کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کرانے اور ان میں بیداری پیدا کرنے کیلئے کل سے ملک گیر تحریک شروع کی جائے گی۔ آج یہاں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے جمیعۃ علماء ہند کے صدر مولانا سید اسعد مدنی اور عالم گیر شہرت کے حامل تعلیمی ادارہ دار العلوم دیوبند کے مہتمم مولانا مرغوب الرحمان نے بتایا کہ سرکردہ مسلم رہنما اور علماء سرکار سے احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھنے کے مانگ کریں گے کیوں کہ ان کی سرگرمیاں قطعاً غیر اسلامی ہیں۔ مولانا اسعد مدنی نے کہا کہ اسلام کی دو بنیاد ہیں۔ اول توحید اور دوسری رسالت انہوں نے کہا کہ قادیانی پیغمبر اسلام کو آخری نبی ماننے سے انکار کرتے ہیں جب کہ دنیا بھر

کے تمام مسلمان چاہے کسی فرقے، مسلک اور طبقے سے تعلق رکھتے ہیں اس بات پر متفق ہیں کہ پیغمبر اسلام، آخری نبی ہیں اور قیامت تک دوسرا نبی نہیں آئے گا۔

ایک سوال کے جواب میں مولانا اسعد مدنی نے کہا کہ قادیانی مسلمانوں کے نزدیک کافر ہیں۔ اگر وہ اقلیت بن کر کوئی سماج کا کام کرتے ہیں تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن اگر مذہب کے نام پر مسلمانوں کو گمراہ کریں گے تو یہ ناقابل برداشت ہے۔ مولانا نے مزید کہا کہ انہیں نہیں معلوم کہ قادیانیوں کو گمراہ کن پروپیگنڈہ کیلئے رقم کہاں سے ملتی ہے لیکن جس طرح جنوبی ہند کی ریاستوں میں وہ کروڑوں روپے خرچ کر رہے ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہیں باہر سے رقم فراہم کی جارہی ہے۔

مولانا نے کہا کہ مسلمانوں کے خلاف ایک منظم سازش کے تحت سیالکوٹ کے ضلع مجسٹریٹ نے کئی اشخاص کے انٹرویو لئے اور اس فرقہ کی بنیاد رکھنے کیلئے مرزا غلام احمد قادیانی کو مقرر کیا گیا۔ ایک سوال کے جواب میں مولانا نے کہا کہ ۳۱۳ افراد پر مشتمل قادیانیوں کا ایک گروپ ہندوستان آیا جس نے ہندوستان میں اپنی مہم شروع کی۔ مولانا نے انکشاف کیا کہ ۶ روز قبل دہلی کے تغلق آباد میں واقع قادیانی فرقہ کے صدر دفتر کے سامنے ایک مقام پر مناظرہ ہوا جو صبح ۶ بجے تک جاری رہا جس میں قادیانی فرقہ کے دو افراد دوبارہ مشرف بہ اسلام ہوگئے۔

مولانا اسعد مدنی نے کہا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نہ صرف یہ کہ خود کو نبی کہتے ہیں بلکہ اس بات پر مصر ہیں کہ انہیں نبی نہ ماننے والے کافر ہیں۔ خیال رہے کہ احمدیوں کو پاکستان میں غیر مسلم قرار دیا جاچکا ہے اور ان کی سرگرمیوں پر پابندی عائد کردی گئی ہے۔ مولانا مدنی نے الزام لگایا کہ احمدیوں کو بیرون ملک سے زبردست اخلاقی اور مادی مدد مل رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ صیہونی حلقے اسلام کو بدنام کرنے میں لگے ہوئے ہیں اور وہ نہ صرف اسلام کے بنیادی ارکان کو چیلنج کرتے ہیں بلکہ پیغمبر اسلام کو وہ آخری نبی بھی نہیں مانتے۔ جمیعۃ کے سربراہ نے کہا کہ حالیہ برسوں میں ہندوستان میں احمدیوں کی سرگرمیاں بڑھی ہیں اور انہوں نے اسلام کی بنیادی تعلیمات پر سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کرنے کیلئے نشانہ بنایا ہے۔ یہ پوچھے جانے پر کن ریاستوں میں ان کی سرگرمیاں بڑھی ہیں مولانا اسعد مدنی نے کہا کہ دہلی، بہار، آسام، بنگال، اڑیسہ، آندھرا پردیش، کیرالہ اتر پردیش، پنجاب و ہماچل پردیش میں احمدی کافی سرگرم ہیں۔

جمیعۃ علماء کے زیر اہتمام کل یہاں جامع مسجد کے نزدیک تحفظ ختم نبوت کانفرنس ہو رہی ہے جس میں احمدیوں کے خلاف، تحریک شروع کی جائیگی۔ کانفرنس میں مختلف مسلم گروپوں، تنظیموں کے نمائندوں کے علاوہ آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے چیئرمین اور نامور مفکر اسلام مولانا ابوالحسن علی ندوی (علی میاں) شریک ہو رہے ہیں۔

مولانا اسعد مدنی نے کہا کہ یہ مہم ان مختلف ریاستوں میں شروع کی جائے گی جہاں پر احمدی سرگرم ہیں تاہم انہوں نے اس الزام کی تردید کی کہ کوئی سیاسی گروپ یا تنظیم ان کی سرپرستی کر رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ احمدی لندن سے اپنی تحریک چلا رہے ہیں۔ مولانا مدنی نے دعویٰ کیا کہ جدوجہد آزادی کے دوران احمدیوں نے برطانوی حکمرانوں کے ساتھ سرگرمی سے کام کیا تھا۔ اس ضمن میں انہوں نے احمدیہ تحریک کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی کے اس قول کا ذکر کیا جس میں انہوں نے ۱۸۵۷ کی جدوجہد آزادی کے ہیرو بہادر شاہ ظفر اور رانی لکشمی بائی کو چور اور قزاق کہا۔ انہوں نے کہا کہ احمدیہ تحریک کے لیڈروں نے جن میں مرزا بشیر محمود بھی شامل ہیں پہلی جنگ عظیم میں برطانوی راج کی حمایت کی۔ انہوں نے کہا کہ انگریزوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کی حوصلہ افزائی کی اور انہیں اس بات کیلئے آمادہ کیا کہ وہ نبوت کا اعلان کرے تاکہ اسلام کو نقصان پہنچایا جاسکے اور انگریزوں کے خلاف جہاد کی روح کو ختم کیا جاسکے۔ (عوام دہلی 14.6.97)

احمدی مسلمانوں سے اختلاف کا نظریہ

ذات پات، اونچ نیچ کے نظریہ کو ختم کرکے اتحاد اور یکجہتی کی تعلیم دینے والے اسلام کے پیروکار آج کئی فرقوں میں تقسیم ہو کر اپنے ہی اصولوں کی دھجیاں اڑانے لگے ہیں۔ ہندوؤں میں چھوت اچھوت۔ ذات پات کا رواج صدیوں پرانا ہے۔ لیکن صرف ہندوستان میں ہی مسلمان کئی فرقوں میں تقسیم ہو کر آپس میں ہی لڑنے کے لئے مشہور ہوتے جارہے ہیں۔ قابل غور ہے کہ خاص طور پر مسلمان شیعہ اور سنی، دیوبندی اور بریلوی کے طور پر لڑتے جھگڑتے رہے ہیں لیکن ایک دوسرے سے مسلمان تسلیم کرنے سے انکار نہیں کرتے۔ آج تمام دنیا میں دو تین کروڑ مسلمان ایسے ہیں جنہیں خود مسلمانوں نے ہی چار پانچ دہائیوں سے مسلمان تسلیم نہ کرکے مسلم سماج سے الگ کئے ہوئے ہیں۔ ان سے بائیکاٹ کی صورت یہ ہے کہ ان کی میتوں کو عام مسلمان قبرستانوں میں دفن نہیں ہونے دیا جاتا۔ شادی بیاہ اور ہر طرح کے ساماجک سلوک میں انہیں علیحدہ کردیا گیا ہے۔ مسلم سماج سے علیحدہ کیا ہوا یہ مسلم فرقہ قادیانی یا جماعت احمدیہ یا احمدیہ مسلم کے نام سے دنیا بھر میں قائم ہے۔

جماعت احمدیہ کے متعلق ان سطور کے لکھنے والے نے یہ عمومی مطالعہ پیش کیا ہے۔ اس ضمن میں شہرۂ آفاق علماء کرام کے کچھ اقوال و خیالات جماعت احمدیہ کے بارے میں اسطرح ہیں۔

۱۸۹۴ء میں جب جماعت احمدیہ کی شروعات ہوئی تھی تو لندن میں ایشیائی پادریوں کی عظیم کانفرنس میں لارڈ بشپ آف گلاسٹر ایوریںڈ جان ایلی کوٹ نے کہا تھا جسے ماہانہ رسالہ خالد ربوہ نے جنوری کے آخر صفحہ نمبر ۷۵ پر اس طرح شائع کیا۔

”اسلام میں ایک جدید ترقی کے آثار نمایاں طور پر دکھائی دے رہے ہیں۔ مجھے اُن لوگوں نے جو تجربہ کار ہیں بتایا کہ ہندوستان میں گورنمنٹ برطانیہ کے عہد میں ایک جدید قسم کا اسلام سامنے آرہا ہے۔ یہ اُن بدرسومات کا سخت مخالف ہے جس کی وجہ سے محمد کو پھر وہی پہلے والا مقام اور عزت حاصل ہوتی جارہی ہے“۔

ہندوستان ہی نہیں مشہور عالم مسلم ودوان سید ابوالاعلیٰ مودودی نے رسالہ ترجمۃ القرآن کے اگست ۱۹۳۴ کے صفحہ ۵۷۔۵۸ پر لکھا ہے۔

”میں اکثر اس پر غور کرتا ہوں کہ کیا وجہ ہے کہ مرزا غلام احمد (مسیح موعود) کو اپنے مشن میں اس قدر کامیابی لا محدود دکھائی دے رہی ہے اور جس وقت مرزا صاحب کے مخالفوں کی ناکامیابیوں پر غور کرتا ہوں تو وہ بھی بیشمار دکھائی دیتی ہیں۔ ایسا کیوں؟ مرزائیوں کی حفاظت کے ذرائع نامعلوم اور غائبانہ طور پر پیدا ہو جاتے ہیں۔ دوسری طرف مرزائیوں کے مخالفین کی تباہی کے ذرائع بھی نامعلوم اور غائبانہ طور پر ظاہر ہو جاتے ہیں۔ ذرا سچے رسول کی ختم نبوت کی حفاظت کرنے والوں کی ناکامیابیوں اور تباہی سامنے لائیں۔ کتنی زوردار تحریک اٹھی تھی اور کس طرح ہمیشہ کیلئے ختم ہو کر رہ گئی“۔

مشہور جہاں، شہرہ آفاق اسلامی سنستھا ”جماعت اسلامی“ کا خاص اخبار دعوت دہلی صدق جدید کے ۱۶۔۶۔۶۱ کے نمبر کے حوالہ سے لکھتا ہے۔

”ہمیں اُن احمدی مہانو بھاؤں کو اختلافات کے باوجود مبارک باد دینی چاہئے جو افریقن ممالک میں اپنے طور پر اسلام کی خدمت بجالا رہے ہیں۔ آخر وہ (مرزا غلام احمد) شنی گرہ سے تو نہیں آئے۔ انہوں نے ایک خاص نظام کے تحت اپنے نظریہ اور عقائد کی تربیت حاصل کی ہے۔ اپنے اخلاق کو مضبوط بناتے ہوئے مذہب کی دولت حاصل۔ اسے (اسلام) لیکر انہوں نے افریقہ اور دیگر ممالک میں پہنچ کر یقین کے ساتھ اس کی (اسلام) دکان وہاں سجائی جہاں اس کا نام لینا بھی مذاق سمجھا جاتا تھا۔“

آریہ سماجی اخبار تیج دہلی ۲۵ر جولائی ۱۹۴۵ء کے نمبر میں لکھا ہے کہ ”تمام مسلمانوں میں سب سے زیادہ ٹھوس اور مؤثر کام کرنے والی قوت جماعت احمدیہ ہے“۔

(Anju Aggarwal

sandhya Prahari (Hindi)16 May 1997

مفتی غلام مرتضیٰ دیوبندی سمیت پاکستان میں

گزشتہ تین ماہ میں ۱۵۰ شیعہ سنی مارے گئے

پاکستان میں محرم کے بعد بھی شیعہ سنی خون خرابہ برابر جاری ہے چنانچہ ۲۴ر مئی کو لاہور میں دیوبندی مسلک سے تعلق رکھنے والے مفتی غلام مرتضیٰ کو نامعلوم بندوق برداروں نے گولیوں سے بھون دیا صرف پنجاب میں اب تک سینکڑوں مذہبی لیڈروں اور ورکروں کو۔ گرفتار کرکے نظر بند کردیا گیا ہے لیکن محرم شروع ہوتے ہی خون خرابہ اور بھی بڑھ گیا تھا کچھ ہی دنوں میں آدھی درجن سے زیادہ شیعہ ڈاکٹر مارے گئے ہیں ۲ سنی امام بھی مسجدوں میں گولیوں کا نشانہ بنا دیئے گئے ہیں کل ملا کر تین مہینوں میں ۱۵۰ کے لگ بھگ شیعہ اور سنی مارے گئے ہیں سنی سپاہ صحابہ کے سربراہ مولانا طارق اعظم نے سنیوں کو ہڑتال اور مظاہرے کرنے کی ہدایت دی تھی وہ کل کہہ سکتے ہیں کہ شیعوں کو احمدیوں کی طرح اسلام سے خارج کردیا جائے ان کی مذہبی کتابیں ضبط کردی جائیں شیعوں کا کہنا ہے کہ اس دھڑے کو سعودی عرب۔ عراق اور امریکہ سے مدد مل رہی ہے پنجاب سرکار نے مولانا کو گرفتار کرلیا ہے شیعوں پر حملے اس کے باوجود جاری ہیں۔ جھنگ اور کچھ شہروں میں فوج بلالی گئی ہے ٹھوکر نیاز بیگ نے جہاں کہ شیعوں کی سپاہ محمد کا ہیڈ کوارٹر ہے اس دھڑے کی سپریم کونسل کے سربراہ علامہ اشرف علی شاہ نے اعلان کیا ہے کہ سنی سربراہ مولانا طارق اعظم کا قتل کردیا جائے گا۔ علامہ نے کہا اس شخص نے امام مہدی کی توہین کی ہے شیعوں کا اعتقاد ہے کہ امام مہدی قیامت سے پہلے زمین پر آئیں گے اعظم طارق کو اس دن گرفتار کیا گیا جب لاہور سے شیعہ پولیس افسر اشرف کا قتل کردیا گیا تھا علامہ اشرف علی شاہ نے ایک بیان میں کہا کہ ہم نے سپاہ محمد کی تشکیل شیعوں کی حفاظت کیلئے کی ہے۔ علامہ پاکستانی فوج میں کمانڈر رہ چکا ہے اس نے یہ اعلان ٹھوکر نیاز بیگ میں شیعوں کی مسجد سے کیا۔ یہ جگہ لاہور سے ۲۰ کلومیٹر کی دوری پر ہے مسجد کو جانے والی تنگ گلیوں پر سپاہ محمد کے مسلح نوجوان تعینات ہیں جو ہر جانے والی گاڑی کی تلاشی لیتے ہیں اس علاقہ میں کوئی سنی داخل نہیں ہو سکتا۔ بے نظیر کی سرکار کے دنوں پولیس نے اس جگہ حملہ کیا تھا اور شیعہ نوجوانوں نے چاروں طرف سے گولیاں چلا چلا کر اسے بھگا دیا تھا پولیس کا کہنا ہے کہ اس مسجد سے اور لوگوں کے گھروں میں آیت اللہ خمینی کی تصاویر دیواروں پر لگی ہوئی دکھائی دیتی ہیں شیعہ لیڈروں کا کہنا ہے کہ ایران کی سرکار انہیں دولت نہیں دیتی۔ اس کے مقابلہ میں سنی سپاہ صحابہ کو سعودی عرب۔ عراق اور امریکہ سے مدد ملتی ہے پچھلے ہفتے فیصل آباد میں ایک مسلح دھڑے نے ایک سنی لیڈر کا قتل کردیا شاہدرہ میں تین دہشت پسندوں نے سنی سپاہ صحابہ کے دفتر پر حملہ کردیا۔ یہ لوگ دیواروں کو پھاند کر اندر داخل ہوگئے سنی لیڈر مولانا شفیق الرحمٰن کے قتل کے لئے ان کا کمرہ کھولا مگر مولانا کے محافظوں نے گولیاں چلا کر انہیں بھگا دیا۔ حکومت پنجاب نے موٹر سائیکلوں پر ڈبل سواری کی ممانعت کردی ہے اور جماعت اسلامی نے اس کے خلاف مظاہرے شروع کردیئے ہیں۔

درخواست دعا

نور چشمی ڈاکٹر عبدالنور آفتاب صدر آل انڈیا یوتھ یونانی کانفرنس آندھرا پردیش کا دواخانہ سلطان شاہی حیدر آباد میں اچھا چل رہا ہے مزید دینی و دنیاوی ترقی کیلئے اسی طرح دختران امتہ النصیر خالد لمۃ البصیر آفتاب امۃ المنیر آفتاب تہمینہ تسنیم آفتاب جس نے بی یو ایم ایس کے مضمون فیزیالوجی میں یونیورسٹی میں اول مقام حاصل کرکے کالج کی جانب سے پانچ صد روپے کا انعام حاصل کیا نواسی فائزہ خالد نیز داماد ڈاکٹر خالد عبدالناصر کی دینی و دنیاوی ترقیات کیلئے دعا کی درخواست ہے۔ (ڈاکٹر آفتاب احمد تیماپوری۔ ایم اے بی یو ایم ایس ایل ایل بی ایڈوکیٹ حیدر آباد)

کامیابی اور درخواست دُعا

عزیز احمد ذکریا داؤد و عزیزہ ماریہ داؤد آف لکھنؤ جو کہ مرحوم سیٹھ داؤد احمد صاحب بھٹی کے بچے ہیں) I.C.S.E انگلش میڈیم کے امتحان میں اعلیٰ نمبروں کے ساتھ فسٹ ڈویژن میں کامیاب ہوئے ہیں عزیزان کیلئے یہ کامیابی ہر جہت سے بابرکت اور مستقبل میں مزید ترقیات کا پیش خیمہ بننے کیلئے درخواست دعا ہے بچوں کی والدہ محترمہ خورشید داؤد صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ لکھنؤ نے اعانت بدر ۵۰ روپے ادا کئے ہیں۔ (سید قیام الدین برق مبلغ لکھنؤ)

بقیہ اداریہ

تھوڑے ہی عرصہ بعد یہ لوگ دوبارہ حضرت ابو طالب کے پاس جمع ہوئے اور کہا کہ اب معاملہ حد سے گزر گیا ہے اب ہم صبر نہیں کر سکتے اگر آپ اس کی حمایت سے دستبردار نہیں ہو سکتے تو ہم تم سب کا مقابلہ کریں گے ابو طالب حالات کو دیکھ کر خوفزدہ ہو گئے اسی وقت آپ کو بلایا اور کہا کہ تمہاری باتوں کی وجہ سے قوم مشتعل ہو گئی ہے اور قریب ہے کہ تجھے ہلاک کر دے ساتھ ہی مجھے بھی میں تمہیں خیر خواہی سے کہتا ہوں کہ اس کام سے باز آجاؤ میں تمام قوم کے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتا آپ نے نہایت اطمینان سے جواب دیا یہی تو وہ کام ہے جس کے واسطے میں بھیجا گیا ہوں میری زندگی اس راہ میں وقف ہے احکام الٰہی پہنچانے کے راستہ میں موت کے ڈر سے رک نہیں سکتا آپ بے شک اپنی پناہ میں رکھنے سے دست بردار ہو جائیں۔ خدا کی قسم اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ میں سورج اور دوسرے میں چاند بھی لا کر دے دیں تب بھی میں اپنے فرض سے باز نہیں رہوں گا۔ جب آپ اپنا مدعا بیان کر چکے تو آپ کے چچا نے کہا اے بھتیجے جاؤ اور اپنے کام میں لگا رہ جب تک میں زندہ ہوں اور جہاں تک میری طاقت ہے میں تیرا ساتھ دوں گا۔ جب رؤساء قریش اس بار بھی ناکام واپس لوٹے تو انہوں نے نو مسلموں کو اپنے مظالم کا نشانہ بنانا شروع کر دیا تاکہ وہ آنحضرت ﷺ کو چھوڑ دیں گے اور آپ یکاو تنہا ہو جائیں۔ خود آنحضرت ﷺ کو شدید قسم کی تکالیف پہنچانی شروع کر دیں او رمکہ کے اوباشوں اور خود سر لوگوں کو اکسایا گیا کہ جس طرح بھی ہو آپ کو تنگ کرتے رہیں اور وہ آپ کے خلاف نہایت گندی بکواس کرتے گھر پر پتھر پھینکتے دروازے پر کانٹے بچھاتے گھر کے اندر گندی اور بدبودار چیزیں لا کر ڈال دیتے الگ الگ نام رکھتے آپ کے گلے میں کپڑا ڈال کر بھی آپ کو بھینچا گیا۔

الغرض یہ وقت اسلام اور اہل اسلام کیلئے نہایت نازک تھا آپ مسلمانوں کو صبر کی ہی تلقین کرتے اور مسلمانوں کا دائرہ بجائے تنگ ہونے کے دن بدن بڑھتا چلا گیا حتیٰ کہ حضرت حمزہ اور حضرت عمر بھی مسلمان ہو گئے تو کفار مکہ نے ایک اور کوشش کی۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ اے محمد تمہاری وجہ سے قوم میں کتنا اختلاف وانشقاق پیدا ہو رہا ہے اگر تمہاری یہ ساری جدوجہد مالدار بننے کیلئے ہے تو ہم تمہیں اتنا مال دیتے ہیں کہ تم سب سے زیادہ دولتمند ہو جاؤ گے۔ اگر عزت و جاہ کی طلب ہے تو اپنا سردار بنا لیتے ہیں اگر حکومت چاہئے تو بادشاہ بنا لیتے ہیں اگر کسی اچھی لڑکی سے شادی کر کے خوش ہو سکتے ہو تو عرب کی بہترین لڑکی تلاش کر کے پیش کر دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا مجھے ان میں سے کسی ایک کی بھی تمنا نہیں۔ میں تو تمہاری طرف خدا کا پیغام لیکر آیا ہوں اس کو مان لو اسی میں تمہارا فائدہ ہے اس کے بعد وہ لوگ پہلے سے بڑھ کر آپ کے خلاف ریشہ دوانیاں کرنے لگے۔ چنانچہ محرم ۷ نبوی میں باقاعدہ ایک معاہدہ لکھ کر قومی عہد نامہ کے طور پر کعبہ کی دیوار کے ساتھ آویزاں کر دیا گیا اور شعب ابی طالب میں جو ایک پہاڑی درّہ کی صورت میں تھا آپ کا محاصرہ کر دیا گیا۔ جو مصائب اور سختیاں ان محصورین کو اٹھانی پڑیں ان کا حال پڑھ کر بدن پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ یہ مقاطعہ تین سال تک جاری رہا۔ لیکن اس کے بعد تکالیف میں مزید اضافہ ہی ہوتا چلا گیا۔ محاصرہ ختم ہونے کے بعد آپ نے طائف کا رخ کیا جو مکہ سے ۴۰ میل کے فاصلہ پر ہے تاکہ انہیں دعوۃ اسلام دیں اور ۱۰ نبوی میں آپ طائف تشریف لے گئے مگر وہاں بھی کسی نے آپ کی بات کو نہ سنا جب آپ واپس لوٹے تو شہر کے اوباشوں نے آپ پر پتھر برسائے جس سے آپ کا سارا بدن خون سے تربتر ہو گیا برابر تین میل تک یہ لوگ آپ کو گالیاں دیتے اور آپ پر پتھر برساتے چلے آئے۔

ان حالات کو دیکھتے ہوئے حضور اکرم ﷺ نے ساتھ ساتھ دیگر قبائل عرب کو تبلیغ کرنی شروع کر دی اور کثرت کے ساتھ قبائل کا دورہ شروع کر دیا قریش نے اس میں بھی روک ٹوک شروع کر دی۔ حتیٰ کہ جہاں آپ جاتے ابو لہب یا ابو جہل پیچھے پیچھے چلا جاتا اور لوگوں کو بہکاتا کہ اس کی بات نہ سنو یہ اپنے دین سے پھر گیا ہے۔ چنانچہ لوگ تمسخر اڑاتے ہوئے منتشر ہو جاتے۔ غرض آپ نے مختلف قبائل کا دورہ فرمایا اور سب کو باری باری دعوۃ اسلام دی مگر سب نے انکار کر دیا گویا اب ظاہری لحاظ سے آپ کی بات سننے والا کوئی نہ تھا اور دن بدن مکہ والوں کے مظالم زیادہ ہوتے چلے گئے۔ کفار نے اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ اسلام کو مٹانے کا یہی وقت ہے مگر اس نازک وقت میں بھی آنحضرت ﷺ اور آپ کے مخلص صحابہ مضبوط چٹان کی طرح اپنی جگہ پر قائم تھے۔ مصائب کے ان تند و تیز طوفانوں میں بھی آپ کا سر بلند رہا ان ایام کے متعلق سر ولیم میور لکھتا ہے۔

"ان ایام میں محمد (ﷺ) اپنی قوم کے سامنے اس طرح سینہ سپر تھا کہ انہیں بعض اوقات حرکت کی تاب نہیں ہوتی تھی اپنی بالآخر فتح کے یقین سے معمور مگر بظاہر بے بس و بے یار و مددگار وہ اور اس کا چھوٹا سا گروہ اس زمانہ میں گویا ایک شیر کے منہ میں تھے مگر اس خدا کی نصرت کے وعدوں پر کامل اعتماد رکھتے ہوئے جس نے اسے رسول بنا کر بھیجا تھا محمد (ﷺ) ایک ایسے عزم کے ساتھ اپنی جگہ پر کھڑا تھا جسے کوئی چیز اپنی جگہ سے ہلا نہیں سکتی تھی یہ نظارہ ایک ایسا شاندار منظر پیش کرتا ہے جس کی مثال سوائے اسرائیل کی اس حالت کے اور کہیں نظر نہیں آتی کہ جب اس نے مصائب و آلام میں گھر کر خدا کے سامنے یہ الفاظ کہے تھے کہ اے میرے آقا! اب تو میں ہاں صرف میں ہی اکیلا رہ گیا ہوں۔ نہیں بلکہ محمد ﷺ کا یہ نظارہ اسرائیلی نبیوں سے بھی ایک رنگ میں بڑھ کر تھا۔ محمد (ﷺ) کے یہ الفاظ اسی موقعہ پر کہے گئے تھے کہ اے میری قوم کے صنادید تم نے جو کچھ کرنا ہے کر لو میں بھی کسی امید پر کھڑا ہوں"۔

ماہ رجب ۱۱ نبوی میں آنحضرت ﷺ کی مکہ میں یثرب کے ۶ آدمیوں سے ملاقات ہوئی تھی آپ نے ان کو دعوت اسلام دی چنانچہ وہ آپ پر ایمان لے آئے۔ ان کی وجہ سے یثرب میں اسلام کا چرچا ہونے لگا۔ ۱۲ نبوی میں حج کے موقعہ پر یثرب کے ۵ پہلے مبائعین کے علاوہ سات آدمی اور آئے اور سب نے باقاعدہ آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی یہ بیعت مدینہ میں اسلام کے قیام کا بنیادی پتھر تھی اور بیعت عقبہ اولیٰ کے نام سے مشہور ہے ان کی درخواست پر حضور اکرم نے اسلامی معلم کے طور پر مصعب بن عمیرؓ کو جو قبیلہ عبد الدار کے مخلص نوجوان تھے ساتھ روانہ کیا۔ آپ نے مدینہ پہنچ کر اسعد بن زرارہ کے مکان پر قیام کیا اور اسی مکان کو تبلیغی مرکز بنا کر اپنے فرائض کی ادائیگی میں ہمہ تن مصروف ہو گئے اور تھوڑے ہی عرصہ میں مدینہ میں گھر گھر اسلام کا چرچا ہونے لگا۔ بڑی سرعت کے ساتھ لوگ مسلمان ہونے لگے۔ ۱۳ نبوی میں حج کے موقعہ پر یثرب سے کئی سو آدمی مکہ آئے اور ۷۰ آدمیوں نے بیعت کی۔

ادھر مکہ والوں نے آپ کا اور صحابہ کا عرصہ حیات تنگ کر دیا تھا چنانچہ آپ ۱۳ سال بے دردانہ مظالم برداشت کرنے کے بعد خدا تعالیٰ کا حکم پا کر مکہ سے نامساعد حالات میں مدینہ ہجرت کر گئے سرداران مکہ نے مدینہ والوں کو دھمکی آمیز خطوط لکھے کہ کسی طرح وہ آنحضرت ﷺ کا ساتھ دینے سے باز آجائیں مدینہ میں بھی آنحضرت ﷺ کو تبلیغ اسلام کیلئے مختلف النوع مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ صلح حدیبیہ کے بعد آپ نے مختلف بادشاہوں اور رئیسوں کے نام تبلیغی خطوط لکھے تاکہ ان فرمانرواؤں اور ان کے ذریعہ ان کی رعایا کو اسلام کا پیغام پہنچایا جائے۔ یایها الرسول بلغ ما انزل الیك من ربك وان لم تفعل فما بلغت رسالته کی تعمیل میں اس قدر اپنی جان کو ہلکان کیا کہ نہ دن چین لیا نہ رات آرام کیا اور کوئی موقعہ تبلیغ کا ہاتھ سے جانے نہ دیا جو جو طریق خدا تعالیٰ نے آپ کو پیغام رسالت پہنچانے کے سمجھائے ان سب پر عمل کیا حتیٰ کہ خود باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ لعلك باخع نفسك الا یکونوا مؤمنین کہ اے محمد کیا تو اپنی جان کو ہلاک کر دیگا اس لئے کہ وہ ایمان نہیں لاتے اور ادع الی سبیل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتی هی احسن یعنی اے خدا کے رسول اپنے رب کے رستہ کی طرف حکمت اور عمدہ طریق نصیحت کے رنگ میں لوگوں کو دعوۃ دے اور اگر کبھی بحث و مجادلہ کی صورت پیدا ہو جائے تو بحث بھی دلکش اور بہترین انداز میں کر۔ پر ایسا دلکش اور حسین عمل کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو داعیا الی الله و سراجاً منیرا کا سرٹیفکیٹ عطا فرمایا۔ آپ نے جو تبلیغی خطوط روانہ فرمائے وہ عرب کے چاروں اطراف کے حکمرانوں کے نام تھے اور ان بادشاہوں کو سیدھے سادھے رنگ میں خدا پر ایمان لانے اور اپنی قوم کو خدا کی طرف دعوۃ دینے کا واضح رنگ میں پیغام تھا۔ گویا اس طرح آپ نے عرب کے چاروں اطراف میں اسلام کا پیغام پہنچا کر فریضۂ تبلیغ ادا کیا۔

آپ کی اس تبلیغ کے نتیجہ میں آپ کا پیغام عرب سے نکل کر دیگر ممالک میں بھی پہنچ چکا تھا اور آپ کے مشن میں آپ کو تمام انبیاء سے بڑھ کر کامیابی نصیب ہوئی حتیٰ کہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر آپ نے عرفات کے میدان میں ایک سواد اعظم سے دریافت فرمایا هل بلغت یعنی جو مجھے خدا کی طرف سے حکم دیا گیا تھا کیا میں نے پہنچا دیا سب نے بیک زبان کہا ہاں آپ نے پہنچا دیا اس کے بعد آپ نے خدا تعالیٰ سے مخاطب ہو کر فرمایا اللهم اشهد اے اللہ گواہ رہنا۔

مبلغ اعظم۔ داعیا الی اللہ کی دعوۃ الی اللہ کی مختصر جھلک قارئین کی خدمت میں پیش کی گئی ہے۔ موجودہ دور میں اسلام کی تبلیغ واشاعت کا فریضہ جماعت احمدیہ کے سپرد کیا گیا ہے اور سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفة المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ ہر احمدی فرد جماعت کو اس اہم فریضہ کی طرف توجہ دلا رہے ہیں۔ سیدنا حضرت محمد ﷺ کی سیرۃ طیبہ سے ہمیں وہ تمام اصول و گر اور طریق کا پتہ چلتا ہے جن پر عمل پیرا ہو کر ہم بھی بہترین داعی الی اللہ بن سکتے ہیں۔ ہمیں اپنے عمل کا جائزہ لینا چاہئے کہ جس طرح رات دن آپؐ نے دعوۃ الی اللہ کا فریضہ سرانجام دیا کیا ہم بھی آپ کے اسوۂ حسنہ پر عمل کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

...... قریشی محمد فضل اللہ ......

ارشاد نبوی
الدین النصیحة
(دین کا خلاصہ خیر خواہی ہے)
___ (منجانب) ___
رکن جماعت احمدیہ بمبئی

طالبان دعا:-
آٹو ٹریڈرز
Auto Traders
16 بینٹولین کلکتہ 700001
دکان- 248-5222,248-1652
رہائش- 243-0794 ,27-0471

GURANTED PRODUCT
NEVER BEFORE
THIS COMFORT THIS DURABILITY AND SO LIGHT
A TREAT FOR YOUR FEET
SOniky NIR
HAWAI
NEW INDIA RUBBER WORKS (P) LTD
34, A DEBENDRA CHANDRA DEY ROAD CALCUTTA -15

ختم المرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سوال وجواب کے آئینہ میں

تنویر احمد ناصر متعلم مدرسہ احمدیہ قادیان

سوال :-رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کب اور کہاں پیدا ہوئے ؟

جواب:-۲۴؍اپریل ۵۷۱ء کو جزیرہ نما عرب کے شہر مکہ میں پیدا ہوئے۔

سوال :-آپ ﷺ کا نام کنیت اور لقب کیا تھا؟

جواب :-آپ کا اسم مبارک محمد (ﷺ) کنیت ابو القاسم اور لقب امین اور صدوق تھا۔

سوال :-آپ کے دادا۔ والد۔ اور والدہ ماجدہ کے نام کیا ہیں ؟

جواب :-دادا حضرت عبد المطلب۔ والد حضرت عبد اللہ اور والدہ حضرت آمنہ بنت وہب۔

سوال :-آپؐ کے والد محترم اور والدہ ماجدہ نے کب وفات پائی ؟

جواب :-آپؐ کے والد حضرت عبد اللہ تو آپ کی پیدائش سے چند ماہ پہلے وفات پاگئے اور والدہ ماجدہ کا وصال اس وقت ہوا جب کہ آپؐ چھ برس کے تھے۔

سوال :-آپ کی مرضعہ (یعنی دودھ پلانے والی خاتون) کا کیا نام تھا؟

ج :-حضرت حلیمہ سعدیہ

س :-حضورؐ کی شادی کس عمر میں اور کس کے ساتھ ہوئی ؟

ج :-پچیس سال کی عمر میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنھا سے بحالت بیوگی ہوئی۔ جبکہ حضرت خدیجہؓ کی عمر ۴۰ سال تھی۔

س :-آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات کے نام کیا ہیں ؟

ج :-حضرت خدیجۃ الکبریٰ۔ ۲۔ حضرت سودہؓ بنت زمعہ ۳۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ۔ ۴۔ حضرت حفصہؓ بنت حضرت عمرؓ ۵۔ حضرت زینب بنت خذیمہ۔ ۶۔ حضرت ام سلمہؓ ہند بنت امیہ۔ ۷۔ حضرت زینبؓ بنت جحش۔ ۸۔ حضرت جویرہؓ بنت حارث۔ ۹۔ حضرت صفیہؓ بنت حیؓ بن اخطب۔ ۱۰۔ حضرت ام حبیبہ بنت ابو سفیان۔ ۱۱۔ ام ابراھیم حضرت ماریہ قبطیہؓ۔ ۱۲۔ حضرت میمونہؓ بنت حارث۔

س :-آنحضرت ﷺ کی صاحبزادیوں کے کیا کیا نام ہیں ؟

ج :-۱۔ حضرت زینبؓ زوجہ ابو العاص بن ربیع۔ ۲۔ ۳۔ حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ ان کے نکاح ابو لہب کے دو بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے ہوئے مگر رخصتانہ سے پیشتر ہی نکاح فسخ ہو گئے بعد ازاں حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ یکے بعد دیگرے حضرت عثمانؓ بن عفان کے نکاح میں آئیں۔ ۴۔ حضرت فاطمۃ الزہراءؓ زوجہ حضرت علیؓ بن ابی طالب۔

س :-آپؐ کے صاحبزادوں کے نام بیان کریں۔

ج :-حضرت قاسم۔ ۲۔ حضرت طاہر۔ ۳۔ حضرت طیب۔ (ان کا دوسرا نام عبد اللہ تھا) ۴۔ حضرت ابراھیم (سیرت خاتم النبیین جلد ۱ صفحہ ۱۳۹)

س :-آنحضرت ﷺ نے کتنی عمر میں دعویٰ نبوت کیا؟

ج :-چالیس برس کی عمر میں۔

س :-آپؐ پر پہلی وحی کہاں ہوئی۔ اس کی کیفیت بیان کریں۔

ج :-آپؐ پر سب سے پہلے وحی غار حرا میں ہوئی۔ حضرت جبرائیل نے آپ سے مخاطب ہو کر کہا۔ اقرأ یعنی پڑھ آپؐ نے فرمایا ما انا بقاری کہ میں تو پڑھ نہیں سکتا۔ فرشتے نے آپ کو سینے سے لگا کر بھینچا اور کہا اقرأ مگر آپ کا جواب وہی تھا۔ پھر اس نے دوسری دفعہ اپنے فعل کو دوہرایا۔ اور کہا اقرأ۔ مگر آپؐ نے پہلا ہی جواب دیا اس انکار کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ آپؐ پڑھنا نہ جانتے تھے۔ دوسری آپ کے دل میں خوف پیدا ہوا کہ اتنی عظیم ذمہ داری کس طرح نباہ سکوں گا۔ آخر تیسری دفعہ فرشتے نے آپ کو سینے سے لگا کر نہایت زور سے بھینچا اور کہا اقرأ باسم ربک الذی خلق۔ اس بار آپ اپنے رب کا نام سن کر اس پیغام کے پہنچانے پر کمر بستہ ہو گئے۔

س :-آنحضرتؐ کے خاتم النبیین اور رحمۃ اللعالمین ہونے کا کس سورۃ اور کس آیت میں ذکر ہے ؟

ج :-خاتم النبیین ہونے کا ذکر سورۃ احزاب آیت نمبر ۴۱ میں ہے۔

فرمایا۔ ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین۔ کہ محمد (ﷺ) تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور رحمۃ للعٰلمین ہونے کا ذکر سورۃ انبیاء آیت ۱۰۸ میں ہے فرمایا۔ ما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین۔ کہ ہم نے تجھے اے محمدؐ سارے جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

س :-آنحضرت ﷺ نے کن بادشاہوں کے نام تبلیغی خطوط لکھے ؟

ج :-ہرقل قیصر روم۔ خسرو پرویز کسریٰ ایران۔ اصحمہ نجاشی شاہ حبشہ۔ مقوقس شاہ مصر۔ حارث بن ابی شمر رئیس غسان۔ ہوذہ بن علی رئیس یمامہ۔ منذر تیمی رئیس بحرین۔

س :-آنحضرت ﷺ کا کوئی شعر بیان کریں۔

ج :-انا النبی لا کذب ــ انا ابن عبد المطلب

س :-آنحضرت ﷺ کا وصال کب اور کس عمر میں ہوا؟ اور آپ کا روضہ مبارک کہاں ہے ؟

ج :-آپؐ ۲۶؍مئی ۶۳۲ء بمطابق یکم ربیع الاول ۱۱ھ کو ۶۳ سال کی عمر میں رفیق اعلیٰ سے جا ملے آپ مدینہ منورہ میں حضرت عائشہ کے حجرہ مبارک میں دفن ہیں۔

س :-آپ کے وصال پر حضرت حسان بن ثابتؓ نے جو شعر کہے تھے بیان کریں۔

ج :- کنت السواد لناظری ــ فعمی علیک الناظر

من شاء بعدک فلیمت فعلیک کنت اُحاذرُ

کہ اے میرے حبیب ﷺ آپ تو میری آنکھ کی پتلی تھے پس آپ کی وفات سے میری آنکھ اندھی ہو گئی آپؐ کے بعد جو چاہے مرے۔ میں تو آپ کی موت سے ہی ڈرتا تھا۔

س :-حدیث کس کو کہتے ہیں ؟

ج :-حدیث ان لفظی روایات کا نام ہے جو آنحضرت ﷺ کے اقوال وافعال اور احوال کے متعلق بیان کی گئیں۔

س :-آنحضرت ﷺ سے شیخین کا کیا رشتہ تھا؟

ج :-حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو شیخین کہتے ہیں۔ یہ دونوں آپؐ کے خسر بھی تھے اور خلیفہ بھی۔

س :-آنحضرت ﷺ نے کن ۱۰ صحابہ کو جنت کی بشارت دی تھی ؟

ج :-آنحضرت ﷺ نے دس جاں نثار صحابہ جن کو آپؐ نے ان کی زندگی میں ہی جنت کی بشارت دے دی تھی ان کے اسماء یہ ہیں۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ۔ حضرت عمر بن خطاب۔ حضرت عثمانؓ بن عفان۔ حضرت علیؓ۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف۔ حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح۔ حضرت سعیدؓ بن زید۔ حضرت طلحہؓ۔ حضرت زبیر بنؓ العوام۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاصؓ

یا رب صل علی نبیك دائماً فی هذہ الدنیا وبعث ثانی

بقیہ : صفحہ ۲

تم کیسے الگ کر سکتے ہو۔ چنانچہ پاکستان تو کیا تمام دنیا کی عدالت کے پہلے مسلمان صدر احمدی مسلمان حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب تھے۔ پہلے نوبل انعام یافتہ مسلمان ڈاکٹر عبد السلام تھے۔ یہ وہ احمدیت کے عظیم سپوت ہیں۔ جن پر تمام دنیا کے ممالک بالخصوص مسلمان ممالک فخر کرتے ہیں۔ پس اے دیو بندی مولویو! سوائے حسد اور جلن کی آگ میں جلنے کے تمہارے حصہ میں اور کچھ نہیں۔!!!

دیو بندی علماء کی تقریر کا خلاصہ

مذکورہ جلسہ میں دیو بندی علماء نے جو تقاریر کیں وہ ان گزشتہ تقاریر سے کچھ مختلف تھیں۔ پہلے تو وہ یہ جھوٹے الزامات لگاتے تھے۔ کہ احمدیوں کا کلمہ مختلف ہے احمدی حج کرنے مکہ معظمہ نہیں جاتے احمدیوں نے قادیان میں جنت دوزخ بنائی ہے اب جب انہوں نے پوری طرح محسوس کر لیا ہے کہ ان کا یہ جھوٹ اب عوام پر کھل چکا ہے۔ تو اس مرتبہ دو باتوں کو خاص طور پر پیش کیا گیا ہے۔

۱۔احمدی انگریزی حکومت کے حق میں تھے۔

۲۔احمدی آزادی ہند کے مخالف تھے۔

اور ان جھوٹے الزامات کا مقصد صرف یہ تھا کہ ہندوستان کی آزادی کے پچاسویں سال جب کہ تمام قوم مل کر آزادی کی پچاسویں سالگرہ منانے کی تیاری کر رہی ہے تو نہ صرف مسلمانوں کو بلکہ ہندو بھائیوں کو بھی احمدیوں کے خلاف کر دیا جائے۔ اور اصل حقیقت یہ ہے کہ تمام دنیا اچھی طرح جانتی ہے کہ احمدیوں کے امام نے نہ صرف یہ کہ آزادی ہند کی آواز بلند کی بلکہ مؤثر ترین آواز بلند کی تھی۔ جس سے تمام ہندوستانیوں کو فائدہ پہنچا ہے۔ چنانچہ محمد ظفر اللہ خان صاحب کی برطانوی حکام کے سامنے وہ مؤثر تقاریر جن سے پھر برطانوی حکام کو ہند کو آزادی دینی پڑی تھی کے متعلق پنڈت جواہر لال نہرو جی نے بھی کہا تھا کہ چوہدری صاحب نے ایسی بے خوف تقاریر کیں ہیں کہ وہ ہم سے بھی سبقت لے گئے ہیں۔ یہ تمام امور تفصیلی طور پر ہم بدر کے کسی آئندہ شمارہ میں پیش کریں گے۔ انشاء اللہ جہاں تک دیو بندیوں کا تعلق ہے۔ تو آج تو یہ دوسروں کو انگریزوں کے ایجنٹ کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ ایک ٹھوس تاریخی حقیقت ہے کہ یہ خود انگریزوں کے تنخواہ دار اور زر خرید ایجنٹ تھے۔ یہ اپنے مدارس کیلئے انگریزوں سے سالانہ وظیفے حاصل کرتے تھے۔ اگر احمدیوں کے بیانات پر یقین نہ ہو تو دیو بندیوں کے ان بریلوی حریفوں کی کتابوں کا مطالعہ کر لو جنہوں نے آج بقول دیو بندیوں کے دیو بندیوں سے پرانی دشمنی چھوڑ کر اور اپنے بزرگوں کے فتووں سے تائب ہو کر ان سے ہاتھ ملا لئے ہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ملاحظہ فرمائیں بریلوی عالم علامہ ارشد القادری کی کتاب "زلزلہ" اور "زیر و زبر" پس حقیقت تو یہ ہے کہ دیو بندی علماء بوکھلاہٹ میں اپنے عیبوں کو چھپانے کے لئے آج اپنے الزامات دوسروں کے سر تھوپ رہے ہیں۔ جس کی قلعی اب کھل چکی ہے۔ (منیر احمد خادم)

(بقیہ صفحہ ۱۳)

ہمارے وطن بھارت میں مختلف نظریات۔ مختلف فلاسفہ جات۔ مختلف تصورات اور مختلف متضاد خیالات پائے جاتے ہیں۔ یہ تضادات مختلف شکلوں میں متصادم بھی ہوتے رہے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں انسانی اقدار، ملکی اتحاد اور قومی یکجہتی متاثر ہوتے رہے ہیں۔

ان متضاد نظریات کا اندرونی تقاضا تھا کہ ملکی اتحاد کے مد نظر قومی یکجہتی اور مختلف فلاسفہ میں ہم آہنگی استوار ہو اور وحدت اقوام عالم کا تصور گفتگی کی بجائے کردنی کا عملی جامہ پہن لے جس کا مرکزی محور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات ہے جو سراپا رحمۃ للعالمین اور مساوات کا علمبردار ہے جو The most successfulof all the Prophets and religious persanal-ities (انسائیکلوپیڈیا برٹینکا زیر لفظ قرآن) محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) دنیا کے نبیوں او رمذہبی شخصیتوں میں کامیاب ترین انسان ہے۔ اور وہ تمام دنیا کے تمام انسانوں کیلئے قابل احترام اور سالار اعظم ہے اور استقبال کرنے اور قبول کرنے کیلئے نہایت ہی موزوں ہے۔

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWS PAPER FOR INDIA AT NO - R.N 61/57

FAX - 01872 -20105

☎ 01872- 20757

THE WEEKLY BADR QADIAN 143516

DISTT - GURDASPUR, PUNJAB (INDIA).

VOL - 46 THURSDAY, JULY 10/17 997 ISSUE NO -28/29

ہومیو پیتھی طریق علاج کے متعلّق آسان اور مُفید معلومات

ایم ٹی اے انٹرنیشنل پر بیان فرمودہ سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد امام جماعت احمدیہ عالمگیر کے ہومیو پیتھی اسباق سے مرتّبہ کتاب "ہومیوپیتھی یعنی علاج بالمثل" سے سلسلہ وار۔

(قسط نمبر 35)

ہیلی بورس نائگر

HELLE BORUS NIGER

(Snow Rose)

ہیلی بورس نائگر ایک پھولوں کے پودے سے تیار کی جانے والی دوا ہے۔ اس پودے کی جڑوں کو پیس کر دوا تیار کی جاتی ہے۔

ہیلی بورس کی سب سے نمایاں علامت دماغ کا معطل اور ماؤف ہو جانا ہے جس کی وجہ سے جسمانی افعال میں بے ترتیبی پیدا ہو جاتی ہے۔ دماغ اور ریڑھ کی ہڈی کی جھلیوں میں سوزش ہونے کی وجہ سے اعصابی نظام متاثر ہوتا ہے اور پاگل پن کی علامتیں بھی پیدا ہو جاتی ہیں۔ ہیلی بورس ایسی دوا ہے جو خدا کے فضل سے ان سب علامتوں کو دور کرکے مریض کو ذہنی لحاظ سے بالکل تندرست کر دیتی ہے۔ ہیلی بورس میں اعضاء اور عضلات کے نظام پر کنٹرول نہیں رہتا اور وہ دماغ کے پیغام کو دیر سے قبول کرتے ہیں بظاہر یہ فالجی علامت معلوم ہوتی ہے لیکن فالج میں بیماری کا اثر صرف عضلات میں ہی ظاہر ہوتا ہے۔ ہیلی بورس میں دماغ حکم جاری کر دیتا ہے مریض اسے فوراً سمجھ بھی لیتا ہے لیکن عضلات حکم کی تعمیل دیر سے کرتے ہیں۔ بنیادی اعصابی نظام متاثر ہوتا ہے۔ ہلیبم میں بھی مریض کو کوئی بات کہی جائے تو وہ کچھ توقف کے بعد جواب دیتا ہے لیکن ہیلی بورس کا مریض بالکل کوئی ردعمل نہیں دکھاتا اسے بات سمجھانے کے لئے جھنجوڑنا پڑتا ہے اس کے خیالات مجتمع نہیں ہوتے اور اسے کوئی کام کرنے کے لئے حد درجہ توجہ کی ضرورت ہوتی ہے ورنہ وہ کچھ بھی نہیں کرسکتا۔ خاص قسم کی غنودگی اور بے حسی پائی جاتی ہے۔ یہ کیفیت بعض اوقات بےہوشی تک پہنچ جاتی ہے۔

بعض اوقات ہیلی بورس کے مریض کو شیطان اور بدروحیں نظر آنے لگتی ہیں اور وہ س خوف میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ کوئی ایسا گناہ کر بیٹھا ہے جس کی بخشش ناممکن ہے۔ آرم لیکسز، سٹرامونیم میں بھی ایسی مبالغہ آمیز سوچیں پائی جاتی ہیں۔ اگر پانی کے اجتماع کی وجہ سے بچے کا سر بڑا ہو جائے (Hydrocephalus) تو کئی دوائیں کام آتی ہیں سب سے موثر سلیشیا ہے۔ ہیلی بورس بھی مفید دوا بتائی جاتی ہے۔ جب بچہ کا سر بڑا ہو جائے اور آنکھیں سکڑ جائیں تو بچہ چیختا ہے اچانک دل ہلا دینے والی چیخیں مارتا ہے۔ سب سے زیادہ نمایاں چیخ کی علامت ایپس میں پائی جاتی ہے۔ ایپس میں چونکہ ڈنگ مارنے والے درد کا احساس پایا جاتا ہے اس لئے سر کے اندر پانی کے دباؤ کی وجہ سے جو تکلیف ہوتی ہے اس میں ڈنگ مارنے والی کیفیت ہو تو ایپس کا مزاج رکھنے والے بچوں کو افاقہ ہوتا ہے۔ لیکن ایپس کا اثر آہستہ آہستہ ظاہر ہوتا ہے اس کے مقابل پر سلیشیا جلد اثر کرتی ہے۔ ہیلی بورس بھی مفید دوا ہے کیونکہ اس کا تعلق بھی دماغ کی سوزش اور دباؤ سے ہے۔ یہ اگر مکمل شفا نہ بھی دے لیکن کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور پہنچاتی ہے۔

دماغ کے معطل اور مفلوج ہونے کی علامت میں زنک میٹیلیکم بھی مفید ہے۔ اس میں بے حسی کے علاوہ زود حسی بھی پائی جاتی ہے۔ یہ زود حسی دماغ سے ہٹ کر پاؤں اور جسم کے دوسرے کناروں میں منتقل ہو جاتی ہے اور سخت بے چینی پیدا ہوتی ہے۔ دماغ کی بے حسی کے لئے زنک استعمال کی جائے تو جلد کے اعصاب میں سنسناہٹ ہونے لگتی ہے کیونکہ بیماری اندر سے باہر جلد کی طرف حرکت کرتی ہے۔ زنک میٹ کے مریض میں اعصابی امراض کے مقابلہ کی راہ میں روکاوٹ حائل ہو جاتی ہے مثلاً نفسیاتی لحاظ سے کمزور مریض مقابلہ کی ہمت نہیں پاتا اور کوئی مشکل کام کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ اسی طرح اندرونی طور پر جسم میں بیماریوں کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہ ہو تو اس صورت میں زنکم میٹ دی جاتی ہے اگر یہ تشخیص درست ہو تو وہ بیماری جو موجود تھی زنک میٹ اس کے خلاف جسم کو جھنجوڑتی ہے لیکن جب اعصاب جاگتے ہیں تو ایک دم سنسناہٹ ہوتی ہے اور اعصاب جھنجھنا اٹھتے ہیں اور بعض حصوں میں زود حسی کی علامتیں نمایاں ہو جاتی ہیں خصوصاً پاؤں میں بے چینی نمایاں ہوتی ہے۔

ایسی مرگی کے دورے جن میں مریض ہوش و حواس نہیں کھوتا اور آنکھیں کھلی رہتی ہیں ہیلی بورس نائیگر بہت مفید دوا ہے۔ اس مرگی کی خاص پہچان یہ ہے کہ دورہ کی کیفیت ختم ہونے کے بعد تھکاوٹ اور غنودگی طاری ہو جاتی ہے۔

ہیلی بورس میں سر کا درد اندر سے باہر کی جانب حرکت کرتا ہے۔ پیشانی اور آنکھوں پر سخت دباؤ ہوتا ہے۔ آنکھیں اوپر چڑھ جاتی ہیں، بھینگا پن نمایاں ہوتا ہے روشنی سے زود حسی ہوتی ہے، سر میں بھاری پن اور اندر گہرائی میں گرمی کا احساس ہوتا ہے۔ مریض درد کی شدت سے کراہتا ہے بھوک پیاس ہونے کے باوجود کچھ کھا پی نہیں سکتا۔ غذا کی نالی میں جلن ہوتی ہے، پیٹ میں سخت ہوا اور گڑگڑاہٹ معدہ کے مقام پر دباؤ اور چلتے ہوئے یا کھانستے ہوئے معدہ میں درد ہوتا ہے۔

ہیلی بورس کی عمومی کمزوری بہت نمایاں ہے بعض اوقات یہ کیفیت فالج کی حد تک پہنچ جاتی ہے۔

ہائیڈراسٹس

HYDRASTIS

(Golden Seal)

ہائیڈراسٹس نارنگی کے پودے کی جڑ سے تیار کی جانے والی دوا ہے۔ یہ جگر کی بیماریوں میں بہت اہمیت رکھتی ہے۔ اس کا جلد اور اندرونی جھلیوں سے بھی تعلق ہے۔ اس کی سطحی علامتوں میں جلد کے ناسور بہت نمایاں ہیں اگر یہ بڑھ کر کینسر کی شکل اختیار کر لیں اور کوئی دوا اثر نہ کرے تو اس میں ہائیڈراسٹس بہت اہم دوا ہے کیونکہ اس سے اللہ کے فضل سے ایسے خطرناک اور بڑھنے والے ناسور بھی قابو آ جاتے ہیں۔

گہرے پھوڑوں میں اور آنکھ کے زخموں میں خالص شہد ایک ایسی دوا ہے جسے پہلے بہت کم ڈاکٹروں نے استعمال کیا ہے لیکن اب باقاعدہ تحقیق سے ثابت ہوا ہے کہ اگر مقامی طور پر زخم پر خالص شہد کا لیپ دن میں دو تین دفعہ کیا جائے تو گندہ پانی نکال کر زخم کو خشک کر دیتا ہے۔ اگر آنکھ میں خالص شہد کی سلائی لگائی جائے تو پہلے پانی نکلاتا ہے پھر آرام دیتا ہے یہ ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ کینسر کے زخم جو کسی اور دوا کا اثر قبول نہیں کر رہے تھے شہد لگانے سے ٹھیک ہوگئے۔ شہد کے بارے میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے "فیہ شفاء للناس"۔ شفاء سے مراد ایک تو عام شفا ہے لیکن عربی محاورے میں شفاء سے مراد غیرم معمولی شفا کی بات ہے۔ اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بعض ایسی بیماریاں جنہیں انسان ناقابل علاج سمجھتا تھا ان کے لئے شفا کی کچھ باتیں اس میں رکھی گئی ہوں اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں شہد کے بارے میں مزید تحقیق کرنی چاہئے کیونکہ یا تو ہمیں ابھی تک اس کا صحیح استعمال نہیں آیا یا بعض بیماریوں میں غیر معمولی شفا رکھتا ہے جن تک ابھی ہماری رسائی نہیں ہے۔ بہرحال یہ بات علم میں آچکی ہے کہ آنکھ کے السر میں اور کینسر کے پھوڑوں پر شہد لگانے سے فرق پڑتا ہے۔

ہائیڈراسٹس چونکہ جگر کی بیماریوں سے گہرا تعلق رکھتی ہے اس لئے بھوک پر بھی اثرانداز ہوتی ہے۔ ایک عجیب سی علامت یہ ہے کہ معدہ میں بھوک کی گہری کھرچن اور نقاہت کا احساس ہوتا ہے اور اس کے ساتھ کھانے سے سخت نفرت ہو جاتی ہے لیکن متلی نہیں ہوتی۔ بعض اور دواؤں میں بھی یہ علامت مختلف احساسات کے ساتھ ملتی ہے۔ لائیکوپوڈیم میں بہت بھوک کے باوجود ذرا سا کھانا کھا کر دل بھر جاتا ہے۔ کولچیکم میں کھانے کی خوشبو سے بھوک بند ہو جاتی ہے۔ کروزوٹ، لیکسز، سیپیا اور فاسفورس میں بھی یہی علامت ہے۔

ہائیڈراسٹس کی نزلاتی کیفیات میں لیسدار زردی مائل گاڑھا مواد مستقل ناک میں موجود رہتا ہے جو سخت ہو جاتا ہے بچے اسے نوچتے ہیں تو زخم بن جاتے ہیں اور خون بھی رسنے لگتا ہے۔ ناک میں زخموں کے لئے ہائیڈراسٹس بہترین دوا ہے۔ ہائیڈراسٹس کی تکلیفوں میں آرام کرنے سے فائدہ ہوتا ہے۔ اس میں چہرے پر یرقان کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں، زردی چھا جاتی ہے۔ آنکھوں کے پپوٹے موٹے ہو جاتے ہیں اور زخم بن جاتے ہیں۔ کانوں میں بدبودار اور گاڑھا مواد بنتا ہے جس کے نتیجہ میں بہرہ پن شروع ہو جاتا ہے۔

نزلہ کا مریض اگر کمرے میں رہے تو ناک بہنے کی علامت ٹھیک ہو جاتی ہے باہر کھلی ہوا میں جانے سے تکلیف بڑھ جاتی ہے۔ اس میں بھوک کے باوجود کھانے سے نفرت ہوتی ہے اور کھانا ہضم بھی نہیں ہوتا اور مریض صرف دودھ پر گزارا کرتا ہے۔ اعصاب میں تشنج اور اینٹھن ہو جاتی ہے۔ بواسیر جو لمبا عرصہ چلے اس میں بھی یہ دوا مفید ہے۔ پیٹ میں بہت ہوا بنتی ہے۔ پیشاب بہت کم اور بدبودار ہوتا ہے۔ عورتوں کے لیکوریا میں بھی بدبو کی علامت ہے۔ سانس کی نالی میں خراش ہوتی ہے اور کھانسی اٹھتی ہے۔ رسٹاکس، ایلیم سیپا، ہیپر سلف، فاسفورس میں بھی گلے میں خراش ہوتی ہے۔ فاسفورس میں ہنسنے سے کھانسی میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ فاسفورس کو عام دستور کے مطابق بہت زیادہ نہیں استعمال کرنا چاہئے کیونکہ اس کے اثرات بہت گہرے ہوتے ہیں۔

ہائیڈراسٹس میں جسم کی دردیں اور ٹانگوں میں آہستہ آہستہ بڑھتی ہوئی کمزوری کی علامت بھی پائی جاتی ہے۔ اس پہلو سے یہ رسٹاکس سے ملتی ہے۔ عموماً اس میں آرام سے بیماریوں میں کچھ سہولت ملتی ہے لیکن بائی کی دردوں میں آہستہ آہستہ چلنے سے مریض کو آرام آتا ہے۔ اس کے مریض کے پاؤں بھی سوج جاتے ہیں۔ اکثر جگر کی ورم چہرے اور پیٹ پر ظاہر ہوتی ہے اور پھر پاؤں پر اثر ڈالتا ہے۔

ہائیڈراسٹس عموماً بوڑھے، نحیف اور جلد تھکنے والے لوگوں کی بیماریوں میں نمایاں اثر کرنے والی دوا ہے۔ اس کا مریض پژمردہ رہتا ہے اسے اپنی موت کا یقین ہوتا ہے اور مرنے کی تمنا رکھتا ہے۔ سست رو اور پست ہمت ہوتا ہے۔ پیشانی میں درد بھی ایک نمایاں علامت ہے جو قبض کی وجہ سے ہوتا ہے۔ کھوپڑی اور گردن کے پٹھوں میں بھی درد ہوتا ہے۔ پیشانی پر بالوں کے ساتھ ساتھ ایگزیما ایک لائن کی شکل میں ابھرتا ہے۔

ہائیڈراسٹس کی ایک اور علامت یہ ہے کہ مریض قبض کا شکار رہتا ہے، پیٹ کے نچلے حصہ میں درد رہتا ہے جو رفع حاجت کے بعد زیادہ ہو جاتا ہے۔ معدہ میں دکھن کا احساس رہتا ہے۔ نظام ہضم بہت کمزور پڑ جاتا ہے، مونہہ کا مزہ کڑوا اور زبان سفید ہو جاتی ہے۔ عورتوں کے سینے میں گلٹیاں بننے کا بھی رجحان ہے جو کینسر میں بھی تبدیل ہو جاتی ہیں۔ ایام حیض کے بعد سیلان الرحم کا مرض شدت اختیار کر جاتا ہے جس کی وجہ سے رحم کی گردن پر زخم بن جاتے ہیں، شدید خارش بھی ہوتی ہے۔

ہائیڈراسٹس چیچک میں بھی مفید دوا ہے۔ علامات کو نرم کر دیتی ہے اور مرض کی مدت میں کمی کرتی ہے بعد میں پیدا ہونے والے بداثرات کو بھی روکتی ہے۔

کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

شان حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے

سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر
لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے

وہ یار لامکانی وہ دلبر نہانی
دیکھا ہے ہم نے اُس سے بس رہنما یہی ہے

وہ آج شاہ دیں ہے وہ تاج مرسلیں ہے
وہ طیّب و امیں ہے اُس کی ثنا یہی ہے

اُس نور پر فدا ہوں اُس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

وہ دلبر یگانہ علموں کا ہے خزانہ
باقی ہے سب فسانہ سچ بے خطا یہی ہے

منظوری افسر جلسہ سالانہ قادیان

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سال ۱۹۹۷ء کیلئے محترم ڈاکٹر محمد عارف صاحب ناظر بیت المال خرچ کو بطور افسر جلسہ سالانہ مقرر فرمائے جانے کی منظوری عطا فرمادی ہے۔ الحمدللہ

مرزا وسیم احمد

(ناظر اعلیٰ قادیان)

جلسہ ہائے یوم خلافت

بھارت کی متعدد جماعتوں نے حسب سابق اپنے ہاں جلسہ یوم خلافت نہایت شان و شوکت سے منعقد کر کے اپنی خوشکن تفصیلی رپورٹیں بغرض اشاعت بدر ارسال کی ہیں جن کو شائع کرنا ممکن نہیں ان جماعتوں کے نام شائع کئے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان جلسوں میں حصہ لینے اور شرکت کرنے والے جملہ افراد کو اپنے افضال و برکات سے نوازے۔ (ادارہ)

جماعت احمدیہ قادیان۔ کرڈاپلی۔ بھدرک۔ بھدرواہ۔ منی کوئے (لکشدیپ) کلکتہ۔ پینگاڈی۔ پلی پورم۔ ناصر آباد (کشمیر) لجنہ اماء اللہ قادیان۔ بھدرواہ۔ راٹھ دمسکرا۔ ساونت واڑی شاہجہانپور۔

ڈیزائننگ و کمپوزنگ: کرشن احمد۔ مصباح الدین قادیان